3411

4647
9/20

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۲۵۶۹/۲۰

CENTRAL HILAL COMMITTEE OF NORTH AMERICA

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت شیخ الاسلام حضرتِ اقدس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

سن ۱۴۴۰ھ میں شمالی امریکہ کی مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے سالانہ اجلاس میں اکیس (۲۱) صوبوں کے نمائندہ علماء کرام کی شرکت میں متفقہ طور پر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ اور حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کے تحقیقی فتاویٰ کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ دوربین سے رؤیتِ ہلال نہ ہی سنت ہے اور نہ ہی مستحب و پسندیدہ ہے، البتہ اگر کوئی شخص دوربین سے رویتِ ہلال کرلے تو ایسی رویت چند شرائط کے ساتھ معتبر ہوگی۔

چنانچہ سن ۱۴۴۳ھ میں مرکزی رویت ہلال کمیٹی نے رمضان کے آغاز کا فیصلہ، دوربین کے ذریعہ چاند دیکھنے کی شہادت کی بنیاد پر کیا۔ یہ چاند کمیٹی کے ایک عالمِ دین رکن اور ان کی معیت میں گیارہ افراد کی جماعت نے دوربین کی مدد سے دیکھا ،اس وقت کی صورتحال یہ تھی کہ چاند کی عمر انیس (۱۹) گھنٹے پینتالیس (۴۵) منٹ تھی، غروبِ شمس کے بعد چالیس (۴۰) منٹ تک چاند افق پر تھا، اور چاند کا ارتفاع سات (۷) ڈگری تھا، مذکورہ عالمِ دین رویت ہلال کے سلسلہ میں کافی تجربہ کار ہیں اور ہر ماہ چار ہزار (۴۰۰۰) فٹ اونچائی پر جاکر چاند دیکھنے کا اہتمام کرتے ہیں، اس ماہ بھی اتنی اونچائی پر دوربین سے دیکھنے کا اہتمام کیا۔

مذکورہ جماعت کی رویت کو مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے تیئس (۲۳) صوبوں کے تجربہ کار نمائندہ علماء کرام نے پرکھنے کے بعد ان کی شہادت کی بنیاد پر متفقہ طور پر ابتداءِ رمضان کا فیصلہ کیا، کمیٹی میں شامل علماء میں بعض ایسے بھی ہیں جو تفسیر حدیث اور فقہ میں مہارت کے ساتھ بیس (۲۰) سال سے سرزمینِ امریکہ میں چاند دیکھنے کا اہتمام کرتے رہے ہیں۔

نیز اس سے پہلے اسی سن ۱۴۴۳ھ کے ماہ ربیع الثانی میں بھی مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے علماءِ کرام نے دوربین کی شہادت پر اس جیسا فیصلہ کیا تھا۔ اس وقت بھی چاند کی عمر انیس (۱۹) گھنٹے تھی، چاند افق پر چالیس (۴۰) منٹ تک موجود تھا، اور سات (۷) ڈگری مرتفع تھا۔

رمضان کے آغاز کے فیصلہ پر ایک مقامی نوجوان عالمِ دین نے شبہ کا اظہار کرتے ہوئے دوربین کے ذریعہ رویت کو انعکاس اور تبدیلی کی وجہ سے مطلقاً غیر معتبر کہا۔ انہوں نے اپنی رائے کو تینتالیس (۴۳) صفحات میں پیش کیا اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کو تسامح قرار دیا۔ اور حضرت رحمہ اللہ کے فتویٰ میں دوربین کے چشمہ پر قیاس کو قیاس مع الفارق مانا ،جبکہ محترم عالمِ دین نے اس سلسلہ میں مبیع کے عکس کو دیکھنے پر خیارِ رویت ختم نہ ہونے، حرمتِ مصاہرت اور یمین کے بعض مسائل سے استدلال کیا۔

اور مزید یہ کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو موردِ الزام ٹھہرایا کہ حضرت نے بدونِ تحقیق اور بغیر مراجعِ کتب کے غلط مسئلہ بیان کردیا اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بعد دوسرے محققین علماء کرام ومفتیانِ عظام اور دنیا کے بڑے دار الافتاؤں کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ یہ حضرات بھی محض خوش اعتقادی میں حضرت تھانوی پر اعتماد کرکے بدونِ تحقیق ومراجع کتب کے آگے اس فتویٰ کو نقل کرتے چلے گئے۔ **(ان کے مقالہ کا خلاصہ مع اصل مقالہ کے منسلک کیا جارہا ہے۔)**

حالانکہ ہماری نظر میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ فقہ و فتاوی ہی نہیں، بلکہ دیگر اور علومِ عقلیہ اور نقلیہ میں کمالِ مہارت اور علوِّ کعب کے تمام اہلِ علم حضرات معترف ہیں، خصوصاً فتاویٰ میں احتیاط کے لئے حضرت از حد معروف ہیں۔ اور یہی حال بعد کے محققین حضرات کا ہے جنہوں نے دوربین کی رؤیت معتبر ہونے کی رائے فی الجملہ اپنائی ہے۔

حضرت والا سے درجِ ذیل سوالات میں راہ نمائی مطلوب ہے:

(۱)۔ کیا دوربین/بصری آلات (ٹیلیسکوپ اور بائناکولرز) کے ذریعہ رویتِ ہلال معتبر ہے؟

(۲)۔ کیا ان میں واقع انعکاس اور تبدیلیِ رویت کے منافی ہے، کہ اس کے ذریعہ ثبوتِ شہر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا؟

(۳)۔ فاضل مقالہ نگار کا دوربین کے ذریعے رویتِ ہلال کو خیارِ رویت، حرمتِ مصاہرۃ، اور یمین کے مسئلوں پر قیاس کر کے دوربین کی رویت کو غیر معتبر قرار دینا کیسا ہے؟ (صفحہ نمبر: ۱۱، ۱۲، ۱۳)

(۴)۔ موصوف کا یہ دعویٰ کہ سب سے پہلے اس مسئلہ پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بحث کی ہے، اور اس کے بعد آنے والے اکثر حنفی علماء نے من و عن بغیر کسی اعتراض کے ان کے قول پر بھروسہ کیا ہے، کیا یہ بات درست ہے؟ (صفحہ نمبر: ۱، ۸)

(۵)۔ عینک کے ذریعہ کی گئی رویت کا معتبر ہونا کیا خلافِ قیاس اور مفروضہ ہے؟ نیز کیا عینک اور دوربین سے دیکھنے میں ایسا فرق کیا جاسکتا ہے جس کی بنیاد پر عینک کی رویت کو معتبر اور دوربین کی رویت کو غیر معتبر قرار دیا جائے؟ (صفحہ نمبر: ۱۲، ۴۰)

(۶)۔ مقالہ نگار نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اس مسئلہ میں اختیار کردہ جواب کو اس وجہ سے فقہی تسامح قرار دیا ہے کہ (۱) حضرت رحمہ اللہ نے دوربین کو عینک پر قیاس کیا، جبکہ عینک کا حکم متفق علیہ نہیں ہے (ص ۱۲)۔ (۲) نیز اگر کوئی ثابت کردے کہ عینک سے دیکھنے اور دوربین وغیرہ سے دیکھنے میں فرق ہے تو اس صورت میں حضرت کا قیاس معتبر نہیں رہے گا (ص ۱۲)۔ (۳) اسی طرح اس مسئلہ کے متعلق صریح جزئیات ملتی ہیں جو حضرت کے قیاس سے بالکل مختلف ہیں (ص ۱۳)۔ چنانچہ مذکورہ امور کی بنیاد پر حضرت کے فتویٰ کو "فقہی تسامح" قرار دینا اور بعد والوں کو اس تسامح کی اتباع کا الزام دینا کیسا ہے؟ نیز اس سلسلہ میں شرح عقود رسم المفتی کی عبارت سے استدلال کرنا کیسا ہے؟ (صفحہ نمبر: ۸، ۱۰)

(۷)۔ شمالی امریکہ کی مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کا ہمارے اکابر علماءِ کرام کے فتاویٰ کی روشنی میں کیا گیا متفقہ فیصلہ کہ دوربین کی مدد سے رؤیتِ ہلال چند مخصوص شرائط (مثلاً چاند کی عمر کم از کم اٹھارہ (۱۸) گھنٹہ ہو، اور ارتفاع سات (۷) ڈگری ہو، غروبِ شمس کے بعد چاند کم از کم چالیس (۴۰) منٹ افق پر موجود ہو) کے ساتھ معتبر ہے، کیا یہ فیصلہ شرعاً صحیح ہے؟

حضرت والا سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ مندرجہ بالا سوالات کے متعلق راہ نمائی فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں، تاکہ اس کے مطابق آئندہ عمل کیا جاسکے۔

والسلام۔ مفتی نعمان وزیر

منجانب: اراکین مرکزی رویت ہلال کمیٹی شمالی امریکہ
CENTRAL HILAL COMMITTEE OF NORTH AMERICA
+1 (347) 829-4720| +1 (718) 426-3454
PO Box 770172 Woodside, NY, USA, 11377
info@hilalcommittee.org

جواب منسلکہ اوراق پر ملاحظہ فرمائیں

دار الافتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقالہ کا خلاصہ

رویت ہلال کے لیے کسی بھی قسم کے آلات مثلاً دوربین وغیرہ کے استعمال کی اجازت نہیں ہے (ص ۳)۔ فقہ کی قدیم کتب میں براہ راست اور صراحت کے ساتھ دوربین کے مدد سے چاند دیکھنے کے متعلق کوئی عبارت نہیں ملتی (ص ۱)، البتہ سب سے پہلے اس مسئلہ پر بحث کرنے والے حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں (ص ۱)، جن کے بعد آنے والے اکثر حنفی علماء نے حضرت کے قول پر بھروسہ کر کے ان کی رائے سے اختلاف نہیں کیا (ص ۱)، چنانچہ حضرت کے دو مشہور فتاویٰ بعد کے فقہاء (مقالہ میں ذکر کردہ حضرات کے نام: حضرت مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب دامت برکاتہم، حضرت مفتی سید سلمان منصورپوری صاحب دامت برکاتہم، حضرت مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم، دار العلوم دیوبند کے آن لائن پیج، حضرت مفتی احمد خان پوری صاحب دامت برکاتہم، حضرت مفتی ابراہیم سلیجی صاحب دامت برکاتہم) کے تمام فتاویٰ کی گویا بنیاد ہیں (ص ۳)، کیوں کہ انہوں نے حضرت کے استدلال کے علاوہ کسی دوسرے ماخذ سے کوئی دلیل یا ٹھوس ثبوت ذکر نہیں کیا (ص ۸)۔ حضرت نے عینک، آئینہ، پانی کا عکس، اور دوربین و ٹیلیسکوپ سب کو دیکھنے کے آلات مانا ہے، چنانچہ ان تمام اشیاء سے دیکھنے کو معتبر سمجھا ہے (ص ۸)۔ حضرت نے عینک کو بینائی کا ایک آلہ اور سہارا سمجھا ہے، اس لیے ان کے ذریعہ دیکھنے کی اجازت اور جواز فراہم کیا ہے؛ اس کے بعد اسی حکم کو آئینے، پانی کے انعکاس اور آخر میں دوربینوں پر بھی ثابت کیا، اس وجہ سے کہ یہ تمام دیکھنے کے آلات ہیں جو دیکھنے میں مدد کرتے ہیں (ص ۱۲)۔ انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ چونکہ ان آلات کے ذریعہ دیکھنا بھی درحقیقت آنکھوں سے ہی دیکھنا ہے، اس لیے ان سے دیکھنے کا حکم وہی ہوگا جو آنکھوں سے دیکھنے کا ہے (ص ۱۲)۔

مقالہ کا مقصد حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قیاس پر گفتگو کرنا ہے جس کے بعد کے فقہاء نے من وعن بغیر کسی اعتراض کے تسلیم کیا ہے (ص ۸)۔

البتہ حضرت کی رائے پر بعض ماضی اور حال کے علماء نے خدشہ ظاہر کیا لیکن حضرت کی رائے کو رد کرنے کے لیے کوئی تحقیقی یا علمی مواد سامنے نہیں آیا (ص ۱)۔

بعد کے علماء کرام جو آپٹیکل آلات کے ذریعہ دیکھنے کو درست قرار دیتے ہیں، ان سے اصل حنفی مذہب کو نقل کرنے میں بظاہر یہ ہی تسامح ہوا ہے کہ انہوں نے صرف حضرت کے فتاویٰ پر بھروسہ کیا اور فقہ کی دیگر کتابوں کی طرف شاید مراجعت نہیں کی (ص ۱۰)۔ حضرت کا اس مسئلہ میں قیاس پر سہارا لینے کی وجہ یہ ہے کہ قدیم فقہاء میں سے کسی نے بھی رمضان کے روزے اور رمضان کے چاند کے باب میں رویت (یعنی چاند کو دیکھنے) کے حکم پر کبھی بحث نہیں کی (ص ۱۲)۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ حضرت سے فقہ کی کتابوں میں باب خیار الرویة، باب الیمین علی الرؤیة اور حرمة المصاهرة کے ابواب میں تلاش رہ گئی تھی چنانچہ انہوں نے قیاس سے مدد لی (ص ۱۲)۔

دار الافتاء ۲۰/۲۵۶۹

پھر حضرت کے قیاس میں کئی تسامحات ہیں: (۱) دوربین کو عینک پر قیاس کیا، جبکہ عینک کا حکم متفق علیہ نہیں ہے (ص ۱۲)۔ (۲) اگر کوئی ثابت کردے کہ عینک سے دیکھنے اور دوربین وغیرہ سے دیکھنے میں فرق ہے تو اس صورت میں حضرت کا قیاس معتبر نہیں رہے گا (ص ۱۲)۔ (۳) اس مسئلہ کے متعلق صریح جزئیات ملتی ہیں جو حضرت کے قیاس سے بالکل مختلف ہیں (ص ۱۳)۔

حوالے (ص ۱۳۔۔۔۱۸)

مذکورہ نصوصِ فقہیہ کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ رویت چاہے وہ چہرہ نہ دیکھنے کی قسم کا معاملہ ہو، چاہے وہ بیع خیار رویت کا معاملہ ہو، یا چاہے عورت کی فرجِ داخل کو دیکھنے کی صورت میں حرمتِ مصاہرت کا معاملہ ہو، فقہاء بہر حال اس بات پر متفق ہیں کہ ان تمام صورتوں میں آئینہ یا پانی کے عکس میں دیکھنے کا اعتبار نہیں ہے۔ بعض فقہاء غیر معتبر ہونے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ہر دو صورتوں میں شئی پلٹی ہوئی نظر آتی ہے، اور بعض وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان میں نفسِ شئی اور عینِ شئی نہیں بلکہ شئی کا عکس / تصویر / نقش نظر آتا ہے (ص ۱۸)۔

موجودہ زمانہ کی دوربینوں اور حضرت کے زمانہ کی دوربینوں میں بہت فرق ہے (ص ۱۸)۔

دوربینوں کا نظام کار (ص ۱۸۔۔۔۲۸)

سادہ دوربین کے ذریعہ کی گئی رویت کے معتبر ہونے نہ ہونے کا حکم چونکہ رویت ہلال کے ابواب فقہیہ میں صراحتاً نہیں ملتا ہے، اس لیے دیگر مماثل جزئیات میں بیان کردہ حکم دیکھنا پڑے گا (ص ۲۹)۔

بعض عبارات میں شیشے اور شفاف پانی سے دیکھنے کو معتبر مانا گیا (حرمت مصاہرت اور حلف لا ینظر)، جبکہ فقہاء نے کچھ ایسی صورتیں ذکر کی ہیں جن میں شیشے کے پیچھے سے دیکھنے کا اعتبار نہیں ہوتا (رؤية المبيع اور رؤية دهن في زجاج) (ص ۲۹)۔ ان دونوں اقوال میں سے راجح قول معلوم کرنے کے لیے تین طریقے ہیں (ص ۳۰)۔

پہلا طریقۂ کار یہ ہے کہ جو رائے فقہی اعتبار سے مضبوط ہو، اس کو ترجیح دینا لازم ہے، یعنی جب امام صاحب رحمہ اللہ کے قول سے صاحبین اتفاق کریں، تو ایسا قول ان کے منفرد قول سے زیادہ مضبوط ہے (ص ۳۲)۔ زیر بحث مسئلہ میں امام محمد رحمہ اللہ سے شیشے سے دیکھنے کے معتبر نہ ہونے والا قول امام صاحب رحمہ اللہ کی رائے کے ساتھ متفق ہے، جبکہ معتبر ہونے والا قول انفرادی ہے (ص ۳۲)۔ چنانچہ شیشے سے دیکھنے کے معتبر نہ ہونے والا قول ہی مضبوط اور راجح ہے (ص ۳۲)۔

دوسرا طریقۂ کار یہ ہے کہ احتیاط والا پہلو اختیار کیا جائے (ص ۳۳)۔ حرمت مصاہرت کے مسئلہ میں شیشے (زجاج) کے ذریعہ دیکھنے کو معتبر مان کر حرمت ثابت کرنے میں زیادہ احتیاط ہے (ص ۳۳)۔ جبکہ خیار رویت کے مسئلہ میں شیشے کے ذریعہ دیکھنے کو غیر معتبر مان کر حق خیار باقی رکھنے میں زیادہ احتیاط ہے (ص ۳۳)۔ چنانچہ رویت ہلال کے مسئلہ میں جب دیکھا جائے تو چونکہ حدیث شریف سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اصل یہ ہے کہ مہینہ پورا کیا جائے اور روزے رکھنا شروع نہ کیا جائے، اور شیشے سے دیکھنا نہ صرف غیر یقینی ہے، بلکہ اس میں فقہاء کا اختلاف بھی ہے، تو آخر یہ

ہے کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم شعبان کے ماہ کو جو کہ یقینی ہے، ایک غیر یقینی و مختلف فیہ رویت کی وجہ سے ختم کر دیں، جبکہ قاعدہ ہے کہ الیقین لایزول بالشک، اس لیے یہاں احتیاط یہ ہے کہ شیشے سے دیکھنے کو معتبر نہ سمجھا جائے (ص ۳۴)۔

تیسرا طریقۂ کار یہ ہے کہ مسئلہ کو فقہی اعتبار سے حل نہ کیا جائے، بلکہ فقہاء کے اقوال کی عملی وضاحت کی جائے (ص ۳۴)، یعنی اقوال کے پیچھے وجہ دیکھی جائے (ص ۳۵)۔ جن عبارات میں اس طرح دیکھنے کو غیر معتبر قرار دیا ہے، اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ شیشے میں موجود چیز شیشے کی رنگت میں دکھائی دیتی ہے (رؤية دهن في زجاج) (ص ۳۵)۔ بعض دیگر عبارات میں شئی کے بڑا ہونے کو بھی تبدیلی میں شمار کیا گیا ہے (رؤية المبيع) (ص ۳۵)۔ حاصل یہ نکلتا ہے کہ چونکہ لینس سے بھی نقش اسی طرح تبدیل ہوتا ہے جس طرح پانی سے، لہٰذا جن جن چیزوں میں یہ لینس ہوتا ہے، ان سب کا وہی حکم ہوگا کہ رویت معتبر نہیں ہے، لہٰذا عینک اور دوربین دونوں کا یہ ہی حکم ہوگا (ص ۳۶)۔

(پھر ص ۳۷۔۔۔۳۹ میں پانی اور لینس کے واسطہ سے دیکھنے میں ہونے والی تبدیلی کی عملی مثال پیش کی ہے)

جن عبارات میں فقہاء نے شیشے اور پانی سے دیکھنے کو معتبر رویت قرار دیا ہے، وہ صرف اس صورت میں ہے کہ جب نقوش میں کوئی واضح تبدیلی رونما نہیں ہوتی (ص ۳۹)۔ (واضح تبدیلیوں کی مثال فاضل مقالہ نگار نے یہ دی ہے کہ) رنگت میں بدل جائے، جسامت میں بڑا ہو جائے، یا شئی پلٹ جائے (ص ۴۰)۔

اور ہر لینس چاہے دوربین میں ہو، چاہے ٹیلیسکوپ میں ہو، یا چاہے عینک میں ہو، ان سے دیکھنے میں تبدیلی بہر حال ہوتی ہی ہے (ص ۴۰) لہٰذا کسی بھی لینس سے دیکھنے کا اعتبار نہیں ہوگا (ص ۴۱)۔ البتہ استحساناً (بالضرورۃ) ان لوگوں کو عینک سے دیکھنے کے بارے میں خلافاً للقیاس اس قانون سے استثناء حاصل ہوگا جن کی بینائی کمزور ہو اور ان کو عینک ہی سے صحیح نظر آتا ہو (ص ۴۰)۔

نیز اگر ایسی رویت کو معتبر مان لیا جائے تو ایک بڑا مسئلہ یہ پیش آسکتا ہے کہ چونکہ یہ چاند کو بڑا کر کے دکھاتی ہیں تو بہت ممکن ہے کہ آدمی رمضان و شوال کا چاند دیکھنے کے چکر میں غلطی سے کسی سیارے کو چاند کی شکل میں دیکھ کر انہیں کو چاند نہ سمجھ بیٹھے (ص ۴۱)۔ سیارہ زہرہ میں ایسا بہت ممکن ہے (ص ۴۱)، اور زہرہ کا چاند سے شکل میں مشابہ ہونے کی وجہ سے امتیاز کرنا بھی مشکل ہو سکتا ہے (ص ۴۳)۔

تتمہ و خلاصہ بحث (بعینہ نقل کیا جاتا ہے: ص ۴۳): زیر نظر مقالے میں جو معروضات پیش خدمت کی گئی ہیں، ان کو دیکھ کر بہت مشکل ہے کہ کوئی مفتی صاحب جو اصول افتاء سے واقف ہوں، وہ دوربین یا ٹیلیسکوپ سے دیکھے جانے والے چاند کے معتبر ہونے کا فتویٰ دیں، بلکہ یقیناً وہ اس مقالے کو پڑھ کر اس نتیجہ پر باآسانی پہنچ سکتے ہیں کہ دوربین، ٹیلیسکوپ، یا دیگر آپٹیکل آلات کے ذریعہ چاند دیکھنے کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے، اور رویت ہلال وہی معتبر ہے جو سنت سے ثابت ہے یعنی بغیر ان جدید آلات کا سہارا لیے براہ راست کھلی آنکھوں سے چاند دیکھ لیا جائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہماری معزز رویت ہلال کمیٹیاں اور دنیا بھر میں موجود دار الافتاء ذکر کردہ باتوں پر توجہ دیں گے اور اس کے مطابق فتویٰ نشر کریں گے۔

دار الافتاء

تحقیق رؤیة الاهلة بالالات الجدیدة

آلاتِ جدیدہ کے ذریعے رویتِ ہلال-ایک تحقیق

(مفتی) یوسف بن یعقوب

مدینۃ العلوم، امریکا -ڈی ایم وی علمآء کونسل

ماہِ رمضان کا آغاز اور اختتام کئی زاویوں سے ایک انتہائی متنازعہ مسئلہ رہا ہے۔ مثلاً:

آیا دُنیا کے کسی بھی علاقے میں چاند دیکھنے کا اعتبار کر لیا جائے یا اپنے مقامی علاقے میں چاند دیکھنے کا ہی اعتبار کیا جائے؟؟

آیا مہینے کا آغاز پہلے سے طے شدہ حساب کے مطابق ہو یا باقاعدہ چاند دیکھنے سے ہو؟؟

اب ایک اور سوال اٹھنے لگا ہے کہ کیا آلات جدیدہ مثلاً ٹیلی اسکوپ اور دوربینوں کی مدد سے دیکھے گئے چاند کی شہادت کو قبول کیا جائے یا نہیں؟؟

ہماری فقہ کی قدیم کتب میں دوربین کی مدد سے چاند دیکھنے کے موضوع پر براہ راست اور صراحت کے ساتھ گفتگو نہیں کی گئی ہے۔ ہمارے علما و فقہا میں سے سب سے پہلے اس مسئلے پر ایک بڑے اور مستند حنفی عالم حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی کتاب "امداد الفتاویٰ" میں بحث کی ہے۔ اس کے بعد آنے والے ہمارے اکثر حنفی علماء بشمول ہماری اپنی قومی رویت ہلال کمیٹی جسے مرکز رویت ہلال کمیٹی کہا جاتا ہے، اس نے بھی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے قول پر بھروسہ کیا اور ان کی رائے سے کوئی اختلاف نہیں کیا بلکہ حضرت کی رائے کے مطابق عمل بھی شروع کر دیا۔

تاہم بعض ماضی اور حال کے علماء کی طرف سے یہ خدشہ تھا اور رہا ہے کہ آیا حضرت کی رائے بہتر بلکہ درست بھی ہے یا نہیں۔ لیکن اب تک مولانا اشرف علی تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) کی رائے کو رد کرنے کے لیے کوئی تحقیقی یا علمی مواد سامنے نہیں آیا۔ زیادہ سے زیادہ اس موضوع پر اگر کوئی بحث کی گئی ہے تو وہ یہ ہے کہ آیا ہلال (پہلی کا چاند) کو دیکھنے کے لیے ان جدید آلات کے استعمال کی اجازت دینا سنت کے مطابق ہو گا یا نہیں؟ کیونکہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ ہی صحابہ نے کبھی ہلال (نئے چاند) کو دیکھنے کے لیے اس قسم کے آلات کا استعمال کیا ہے۔

ان کی تمام رویت کھلی آنکھوں سے ہوا کرتی تھی اور باوجودیکہ وہ چاند دیکھنے کی کوشش کے لیے لوگوں کو قریبی پہاڑوں پر بھیج سکتے تھے، انھوں نے کبھی بھی ایسا کوئی غیر ضروری بوجھ برداشت نہیں کیا۔ ہماری مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی نے بھی اپنی پاور پوائنٹ پریزنٹیشن میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے، چنانچہ ذیل میں اس بحث کا ایک حصہ ملاحظہ ہو:

دار الافتاء
٢٠/٢٥٦٩

"آیا چاند دیکھنے کیلئے آپٹیکل آلات کا سہارا لینا مستحب ہے یا نہیں؟

"یہ ایک بہتر عمل نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دورِ نبوت میں اگرچہ ہوائی جہاز نہیں تھے لیکن اس کے باوجود مدینہ میں کچھ اونچے اونچے پہاڑ تھے، نیز جبلِ احد بھی شہر کے قریب واقع تھا۔ مکہ مکرمہ بھی پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا، صفا و مروہ کی پہاڑیاں اور جبلِ ابی قبیس بھی شہر میں ہی تھے، اس سب کے باوجود عہدِ نبوت، خلفاءِ راشدین اور خیر القرون کہیں بھی یہ نہیں ملتا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے کسی کو بھیجا ہو کہ پہاڑوں پر چڑھ کر چاند دیکھے۔" (آلات الجدید:174)

نیز اپنی پریزنٹیشن کے اختتام پر مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی نے یہ بات بھی ذکر کی ہے کہ:

چاند دیکھنا ایک سادہ عبادت ہے۔

اسلام سب کے لیے ایک آفاقی مذہب ہے۔

بہت سے لوگوں کو آپٹیکل آلات یا فلکیات کے فن تک رسائی نہیں ہے۔

چاند دیکھنے کے لیے بصری دور بینوں اور ٹیلی اسکوپس کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ دیکھنے کی ضروری شرائط پوری ہوں لیکن مستحب اور واجب نہیں ہے۔

ریڈیو ٹیلی اسکوپ کا استعمال قابل قبول نہیں ہے۔

اس مقالہ کو لکھنے کا سبب:

اس مقالے کو لکھنے کی وجہ یہ بنی کہ رمضان المبارک کی ابتداء سے کچھ دیر پہلے یعنی غروب آفتاب سے تقریباً چھ گھنٹے قبل ڈی ایم وی علماء کونسل کے امیر صاحب نے مجھ سے رابطہ کیا اور انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہماری مقامی رؤیتِ ہلال کمیٹی نے رمضان کے مہینے کی ابتدا کیلئے دور بینوں اور ٹیلی اسکوپ سے دیکھے گئے چاند کی گواہی کو بھی قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ چونکہ مقامی رؤیتِ ہلال کمیٹی کے اس فیصلے کا ہمیں بالکل بھی علم نہیں تھا اسلئے ہم دونوں اس فیصلہ کو سن کر گویا سکتے میں آ گئے۔ سی ایچ سی (مقامی رؤیتِ ہلال کمیٹی) کے سیکرٹری مفتی نعمان وزیر صاحب سے کچھ گفتگو کے بعد معلوم ہوا کہ دور بین اور ٹیلی اسکوپ کے استعمال کی اجازت کے نئے معیار پر علماء کرام اور سی ایچ سی کے ممبران نے 2019 میں ہی کیلیفورنیا میں ہونے والی میٹنگ میں اتفاق کر لیا تھا۔ اللہ کا کرنا کہ، میں اور بہت سے دوسرے مقامی علماء نے اس اجلاس میں شرکت نہیں کی اور اس فیصلے سے مکمل طور پر لاعلم تھے۔

ماہرین فلکیات کے نقشوں اور ان کے حسابات کے مطابق اس رمضان میں 29 کو پہلی کا چاند نظر آنے کا بہت کم امکان تھا۔ ماہرین فلکیات کے مطابق کیلیفورنیا سے چاند دیکھنے کا تھوڑا سا امکان تھا، لیکن وہ بھی کسی آپٹیکل آلے کی مدد سے جیسے دوربین وغیرہ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پورے امریکہ میں کہیں بھی چاند نہیں دیکھا جاسکا اور ہم سب کیلیفورنیا کے مغربی ساحل پر سورج غروب ہونے کا انتظار کرتے رہے۔

سورج غروب ہوتے ہی چاند نظر آنے کی شہادتیں موصول ہونے لگیں، چنانچہ پہلا پیغام جو سامنے آیا وہ یہ تھا کہ مفتی شکیب صاحب نے اپنی برادری کے گیارہ افراد کے ساتھ چاند دیکھا لیکن صرف دوربین کی مدد سے۔ وہ چاند کو اپنی کھلی آنکھوں سے بغیر دوربین کے نہ دیکھ سکے تھے۔ اس رپورٹ کی بنیاد پر، سی ایچ سی (مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی) نے اس شہادت کو قبول کیا اور ماہِ رمضان کے آغاز کا باضابطہ اعلان کر دیا۔ اس موقع پر مجھے پریشانی لاحق ہوئی اور یہ تشویش ہونے لگی کہ کیا ہم بحیثیت علما اور مسلم برادری صحیح کر رہے ہیں یا غلط؟

دیگر ممالک کا تو پہلے سے حال برا ہے کہ وہ یا تو پہلے سے طے شدہ حسابات پر عمل کرتے ہیں یا سعودی مشہور رویت پر عمل کرتے ہیں، اب میں پریشان ہونے لگا کہ کیا کوئی ایسا ملک بھی ہے جو براہ راست آنکھوں سے چاند دیکھنے کی اصل سنت پر عمل کرے؟ کیا ہم بحیثیت امت اس سنت کی حفاظت میں ناکام ہو چکے ہیں؟

بہر حال ہماری خوش قسمتی کہ اللہ تعالیٰ نے کم از کم ہمیں اس مصیبت سے بچالیا۔ ہوا یوں کہ نماز تراویح کے بعد ایک بھائی اور تین بہنیں مفتی شکیب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہیں اطلاع دی کہ انہوں نے چاند اسی پہاڑ پر دیکھا ہے اور بغیر کسی آپٹیکل امداد کے اپنی آنکھوں سے براہ راست دیکھا ہے۔ اس سے میرے دل کو سکون ملا کہ الحمدللہ ہمارا رمضان بچ گیا۔ تاہم، میں نے پھر اس موضوع پر ایک مقالہ تیار کرنے کا پختہ ارادہ کیا تاکہ ہمیں عید یا آئندہ برسوں میں رویتِ ہلال میں ایسی غلطی سے ہم بچ جائیں۔

<u>موضوع کی طرف قدم بڑھانے سے پہلے اس مقالے کی ترتیب عرض کر دوں:</u>

سب سے پہلے میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے دو مشہور فتاویٰ پیش کرونگا، جو ہمارے بعد کے فقہاء کے تمام فتاویٰ کی گویا بنیاد ہیں۔ اس کے بعد دوسرے فقہا کے فتاویٰ کا حوالہ دوں گا جنہوں نے مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ کی رائے پر اعتماد کیا۔ اس کے بعد میں احادیث نبویہ (اور ان احادیث کے اس مفہوم کی مدد سے جو ہمارے ائمہ مجتہدین اور ان کے بعد کے فقہاء نے سمجھا ہے) اس رائے کے بارے میں تحفظات پیش کرونگا۔ مقالے کے آخر تک ان شآءاللہ ایک غیر جانبدار قاری کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح قائم ہو جائے گی کہ رویت ہلال کے لیے کسی بھی قسم کے آلات مثلاً دوربین وغیرہ کے استعمال کی اجازت نہیں ہے۔

دار الافتاء

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کے وہ فتاوی جو دوربین کی اجازت سے متعلق ہیں

پہلا فتوی

سوال: اس سال ایک شخص نے 29 تاریخ کو دوربین کے ذریعہ عید الفطر کا چاند دیکھا ہے تو کیا یہ رویت معتبر ہوگی یا نہیں؟

جواب: دوربین کے ذریعہ محض آنکھ کی روشنی میں اضافہ ہوتا ہے اور دیکھنا آنکھ ہی کے ذریعہ ہوتا ہے، لہذا اس کا حکم چشمہ کے مانند ہوگا اور اس پر رویت جس پر احکام کے جواب کا مدار ہے، صادق آتی ہے، لہذا یقینی طور پر یہ رویت صحیح، معتبر اور احکام کی بنیاد ہوگی، تاہم اگر دلائل فن سے یہ امر ثابت ہوجائے کہ اس دوربین کی خاصیت یہ ہے کہ چاند افق کے نیچے ہونے کے باوجود اس (دوربین) کے ذریعہ نظر آجاتا ہے، حتی کہ سورج افق میں طلوع نہ ہونے کے باوجود اس میں نظر آجاتا ہے تو ایسی صورت میں دوربین کے ذریعہ رویت معتبر اور صحیح نہ ہوگی (لیکن ایسا ہے نہیں، اس لیے دوربین سے چاند دیکھنا چشمہ کے ذریعہ چاند دیکھنے کے مانند ہے) —(امداد الفتاوی جدید، جلد:4، ص 191)

دوسرا فتوی

سوال: (934) 109/2: ذیل کے سوالات میں اپنی تحقیق از روئے کتب حدیث وفقہ تحریر فرما کر ممنون فرمادیں۔

(1) 29 تاریخ کو دو شخص کمزور بینائی والے سفر میں جارہے تھے، جنگل میں مغرب کے وقت چشمہ یا خوردبین سے ان دونوں نے عید الفطر کا چاند دیکھ لیا لیکن بلا مدد چشمہ یا خوردبین کے نہیں دیکھ سکتے ہیں، اور سوائے ان دونوں کے اور لوگوں نے چاند نہیں دیکھا، ایسے حال میں وہ دونوں دوسرے روز روزہ رکھیں گے یا عید الفطر کی نماز پڑھیں گے اور جن لوگوں نے نہیں دیکھا ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(2) دو شخص دریا میں جارہے ہیں، 29 رمضان کو پانی میں دونوں کو چاند کا عکس صاف نظر آیا، لیکن آسمان پر دیکھنے سے چاند نہیں معلوم ہوا، خواہ نظر کی کمزوری سے خواہ اور کسی وجہ سے اور ان دو شخصوں کے سوا اور کوئی چاند دیکھنا بیان نہیں کرتا ہے، ایسے وقت میں ان کے لیے اور دوسروں کے لیے کیا حکم ہے۔

(3) دو شخص کسی جگہ پر ہیں، 29 رمضان المبارک کو آئینہ کے اندر دونوں کو چاند صاف معلوم ہوا، لیکن آسمان پر دونوں نہیں دیکھ سکے، ایسی حالت میں وہ کیا کریں گے؟

الجواب: (1) دور بین یا خورد بین سے دیکھنے کا کوئی جدا حکم نہیں، بلا آلہ دیکھنے کے جو احکام ہیں وہی اس کے بھی ہیں، پس اگر افق پر ابر و غبار ہے تب تو ان کی رویت بشرط عدم مانع اوروں کے لیے کافی ہے، سب عمل کریں، اور اگر ابر وغیرہ نہیں ہے تو اوروں کو بھی عمل جائز نہیں اور خود ان کو بھی عمل جائز نہیں، بلکہ روزہ رکھیں۔

(2) دریا کو بھی مثل چشمہ وغیرہ کے رویت کا ایک آلہ کہا جاوے گا اور اس کا حکم بھی مثل جواب سوال نمبر 1 کے ہوگا۔

(3) اس کو بھی مثل دریا کے ایک آلۂ رویت کہیں گے اور اس میں بھی وہی تفصیل ہوگی جو نمبر 1 میں مذکور ہوئی۔

(18 ربیع الاول، سن 1334ھ (تتمہ رابعہ، ص:66)) ــــــ (امداد الفتاوی جدید، جلد:4، ص193)

دیگر فتاوی جو مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق ہیں

فتاوی قاسمیہ

دور بین و خورد بین کی رؤیت کا حکم:

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقہاء نے خورد بین اور دور بین کو عینک کا درجہ دیا ہے، لہٰذا اس سے رؤیت معتبر ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۱۱۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ـــ (مفتی شبیر احمد القاسمی، فتاوی قاسمیہ، جلد 11، ص:443، مکتبہ اشرفیہ)

مفتی سید محمد سلمان منصور پوری صاحب

دور بین سے چاند دیکھنا

دور بین اور خورد بین سے بھی چاند دیکھنا شرعاً معتبر ہے۔ (کیونکہ یہ آلات صرف دیکھنے میں سہولت پیدا کرتے ہیں، معدوم کو موجود نہیں کرسکتے) ـــ (مفتی سید محمد سلمان منصور ہوری، کتاب المسائل، جلد:2، ص:124، المرکز العلمی)

مفتی رضاء الحق صاحب—دار العلوم زکریا

سوال: دور بین وخورد بین وغیرہ آلات یا اس کے علاوہ جدید آلات سے چاند دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: دور بین محض ایک نگاہ کو بڑھانے والا آلہ ہے، جیسا کہ عینک (چشمہ) اس سے دیکھنے میں کوئی حرج نہیں، نیز جدید آلات کے ذریعہ رؤیت کی حیثیت محض کشف کی ہے، یعنی ایسا نہیں ہے کہ ایک چیز وجود میں نہ ہو اور اس کی وجہ سے خواہ مخواہ نظر آنے لگے، لہذا ان جدید آلات سے مدد حاصل کرنے کی گنجائش ہے۔—— (فتاوی دار العلوم زکریا، جلد: 3، ص: 243، زمزم پبلشرز)

دار العلوم دیوبند

سوال: حدیث میں مذکور ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ہلال دیکھو اور روزہ رکھو۔ اگر کوئی شخص ہلال ٹیلی اسکوپ (دور بین) یا بائینو کلر (دو چشمی دور بین) کی مدد سے دیکھتا ہے لیکن ہلال کو کھلی آنکھوں سے نہیں دیکھتا ہے۔ تو کیا دور بین یا بائینو کلر کی مدد سے ہلال دیکھنا درست ہوگا؟ اگر نہیں، تو اس کی وجہ بتائیں۔

جواب نمبر: 6780

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیث کا ظاہر اور متبادر مفہوم تو یہی ہے کہ ہمیں کھلی آنکھوں سے چاند دیکھنے کا حکم ہے، اور اس کے لیے جدید آلات کے استعمال کا مکلف نہیں بنایا گیا ہے، لیکن اگر مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے یا کھلی آنکھوں سے نہ دیکھ کر جدید آلات (دور بین وغیرہ) کی مدد سے ہلال دیکھا جائے تو شرعاً ممنوع بھی نہیں، درست ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم - دار الافتاء، دار العلوم دیوبند

فتوی: 773=773/م

(darulifta-deoband.com/home/ur/jumuah-eid-prayers/6780. Accessed 21 Apr. 2022.)

مفتی احمد خان پوری صاحب

اب یہ بات کہ دور بین کے ذریعہ چاند دیکھا گیا تو اس کا اعتبار ہو گا یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ چاند اس قدر تھا کہ بغیر دور بین کے دیکھنے والے بھی اگر اہتمام و توجہ سے کام لیتے تو انہیں نظر آجاتا تو اس صورت میں دور بین سے دیکھا گیا بھی معتبر ہو گا، ورنہ نہیں، اس لیے کہ بعض وہ دور بین جو آفتاب کی شعاع کو انسانی نگاہ کے درمیان حائل نہیں ہونے دیتی، ان کے ذریعہ تو چاند کسی بھی تاریخ کو دیکھا جاسکتا ہے۔(ماخوذ از رویت ہلال 13)۔۔۔(محمود الفتاوی، جلد:4، ص:323، مکتبہ انوار)

مفتی ابراہیم سلیجی

Question: Kindly explain why Shari'at would allow the aid of spectacles to sight the moon but not the aid of a stronger medium like a pair of binoculars?

سوال: مہربانی فرماکر بتائیں کہ کیا وجہ ہے کہ شریعت عینک کی مدد سے چاند دیکھنے کی اجازت تو دیتی ہے لیکن اس سے مضبوط سبب جیسے دور بین کے ذریعے دیکھنے کی اجازت نہیں دیتی

Answer: Similar would be the case of using binoculars to sight the moon. If it is normal binoculars which merely enlarges the object it is focused on then sighting through it will be permitted. However, if it is a powerful telescope that allows one to see other cosmic bodies which are not visible to the naked eye then sighting with such optical aid will not be allowed, for the simple reason being that the Islamic month commences with the sighting of the new moon, whereas with such powerful optical aids one is merely seeing the moon itself which is always present. (Mahmoodul Fataawaa, vol. 4, p. 322/ Fataawaa Darul Uloom Zakaria vol 3, pg 240. And Allah Taala knows the best.)

جواب: چاند دیکھنے کے لیے دور بین کے استعمال کا معاملہ بھی عینک کی طرح ہی ہے بشر طیکہ وہ ایک عام سی دور بین ہو جو محض اس چیز کو بڑا کرتی ہے جس پر مرکوز ہو چنانچہ ایسی دور بین کے ذریعے چاند دیکھنے کی اجازت ہے۔ تاہم، اگر ایسی طاقتور دور بین ہو جس کی مدد سے ایسے کائناتی اجسام بھی دیکھے جاسکتے ہوں جو کھلی آنکھ سے براہ راست نظر نہیں آتے، تو اس طرح کے آپٹیکل آلات سے دیکھنے کی اجازت نہیں ہو گی، اس کی آسان سی وجہ یہ ہے کہ اسلامی مہینے کا آغاز آنکھوں سے چاند دیکھنے سے ہوتا ہے۔ جب کہ اس طرح کے طاقتور آپٹیکل آلات کی مدد سے وہ چاند کو کسی بھی حالت میں دیکھ سکتا ہے اور ایسی رویت کا اعتبار نہیں ہوتا کیونکہ نفس چاند تو ہمیشہ ہی موجود رہتا ہے۔(محمود الفتاویٰ، ج4، ص322 / فتاویٰ دار العلوم زکریا، ج3، ص240) واللہ اعلم بالصواب۔

(Mufti Online.co.za, "Sighting the Moon",https://muftionline.co.za/taxonomy/term/4183. Accessed 21 Apr.2022)

مندرجہ بالا فتاویٰ سے ماخوذ فقہی نکات

مندرجہ بالا چھ فتاویٰ میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ جن فقہاء نے رویت ہلال کے لیے آپٹیکل آلات کی اجازت دی ہے انھوں نے ایسا مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول اور ان کے بنیادی استدلال پر اعتماد کیا ہے۔ فقہاء کرام میں سے کسی نے بھی اس قیاس کے علاوہ کسی دوسرے ماخذ سے کوئی دلیل یا ٹھوس ثبوت ذکر نہیں کیا تھا۔ حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ عینک، آئینہ، پانی کا عکس اور دور بین و ٹیلی اسکوپ، سب کو دیکھنے کے آلات مانتے ہیں، چنانچہ ان تمام اشیاء سے دیکھنے کو معتبر سمجھتے ہیں۔ اس مقالے کا مقصد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے اس قیاس پر گفتگو کرنا ہے جسے بعد کے فقہاء نے من و عن بغیر کسی اعتراض کے تسلیم کر لیا۔

ان فقہی تسامحات کا حکم جو ایک جید عالم دین سے ہوا اور پھر وہی تسامح بعد میں آنے والوں سے ان کی اتباع میں ہوا

جب ہم مختلف علماء کی آراء کو ان کی متعلقہ کتب میں پڑھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ تمام ایک ہی رائے رکھتے ہیں، تو اس اتفاق سے اس طرح کے مشاہدات (دور بین و دیگر آپٹیکل آلات سے دیکھنے) کے درست ہونے کے بارے میں ایک حد تک یقین سا پیدا ہو جاتا ہے۔ اس اتفاق کے بعد کسی بھی عالم کے لیے آکر اس متفقہ رائے پر لب کشائی کرنا واقعی ایک مشکل کام ہوتا ہے جس کے لیے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تاہم، کسی بزرگ عالم کی طرف سے اس قسم کے فقہی تسامح کا سرزد ہونا اور پھر ان کی پیروی میں فقہاء کرام کی ایک بڑی تعداد کا ان کی رائے سے اتفاق کر لینا یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے بلکہ ماضی میں بھی اس طرح ہوا ہے۔ ایک انتہائی مستند حنفی فقیہ اور گویا کہ جو متاخرین کیلئے مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں علامہ ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ نے اپنی رسم المفتی کی شرح میں اس طرح کے واقعات کی کئی ایک مثال ذکر کی ہے۔

((قلت : وقد يتفق نقل قول في نحو عشرين كتابا من كتب المتأخرين، ويكون القول خطأ أخطأ به أول واضع له، فيأتي من بعده وينقله عنه وهكذا ينقل بعضهم عن بعض))

"میں کہتا ہوں کہ ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ ایک قول متاخرین کی بیس کے قریب کتب میں نقل کیا گیا ہے حالانکہ وہ قول غلط ہے اور یہ غلطی ان سے ہوئی جنھوں نے پہلی مرتبہ اس کو لکھا۔ پھر ان کے بعد آنے والوں نے اس کو نقل کیا اور اس طرح نقل ہوتا چلا گیا۔

ومن ذلك مسئلة الاستئجار على تلاوة القرآن المجردة، فقد وقع لصاحب السراج« السراج الوهاج »،«و الجوهرة » شرح القدوري قال: إن المفتى به صحة الاستئجار، وقد انقلب عليه الأمر، فإن المفتى به صحة الاستئجار على تعليم القرآن، لا على تلاوته . ثم إن أكثر المصنفين الذين جائوا بعده تابعوه على ذلك ونقلوه، وهو خطأ صريح، بل كثير منهم قالوا : إن الفتوى على صحة الاستئجار على الطاعات، ويطلقون العبارة، ويقولون : إنه مذهب المتأخرين، وبعضهم يفرّع على ذلك صحة الاستئجار على الحج، وهذا كله خطأ أصرح من الخطأ الأول. فقد اتفقت النقول عن أئمتنا الثلاثة : أبي حنيفة، وأبي يوسف، ومحمد أن الاستئجار على الطاعات باطل .

دار الافتاء

اسی سے متعلق قرآن کریم کی نفس تلاوت پر اجرت لینے کا مسئلہ ہے۔ قدوری کی شرح السراج الوہاج(38) اور الجوہرة النيرة(38) میں ہے کہ: "مفتی بہ قول یہ ہے کہ اجرت پر لینا درست ہے" حالانکہ وہ الٹا سمجھ گئے ہیں اصل مسئلہ یہ ہے کہ: مفتی بہ قول یہ ہے کہ تعلیم قرآن کے لئے کسی کو اجرت پر لینا درست، محض تلاوت پر اجارہ درست نہیں ہے۔

پھر اکثر مصنفین جو ان کے بعد آئے انھوں نے ان کی اتباع کی اور اسی بات کو نقل کرتے چلے گئے حالانکہ یہ صریح غلطی ہے بلکہ بہت سے حضرات نے تو یہ کہہ دیا کہ "فتوی اس پر ہے کہ تمام عبادتوں پر اجارہ درست ہے۔"۔۔۔ یہ سب حضرات عموم واطلاق کے ساتھ لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ متاخرین کی رائے ہے اور بعض لوگ اس پر یہ مسئلہ بھی متفرع کرتے ہیں کہ حج کیلئے بھی اجارہ درست ہے، یہ سب باتیں غلط ہیں اور پہلی غلطی سے بھی زیادہ سنگین ہیں۔ جبکہ بات یہ ہے کہ ہمارے تینوں ائمہ امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ سے بالاتفاق منقول ہے کہ طاعات پر اجارہ باطل ہے۔

ومن ذلك عدم قبول توبة السابّ للجناب الرفيع صلى الله تعالى عليه وسلم فقد نقل صاحب الفتاوى« البزازية » أنه يجب قتله عندنا، ولا تقبل توبته وعزا ذلك إلى« الشفاء » للقاضي عياض المالكي والصارم المسلول لابن تيمية الحنبلي، ثم جاء عامة من بعده، وتابعه على ذلك، وذكروه في كتبهم، حتى خاتمة المحققين ابن الهمام، وصاحب ((الدرر و الغرر)) مع ان الذى فى الشفاء والصارم المسلول أن ذلك مذهب الشافعية والحنابلة، وإحدى الروايتين عن الإمام مالك مع الجزم بنقل قبول التوبة عندنا، وهو المنقول في كتب المذهب المتقدمة ككتاب الخراج لأبي يوسف وشرح مختصر الامام الطحاوى والنتف وغيرها من كتب المذهب كما أوضحتُ ذلك غاية الإيضاح بما لم أسبق إليه ولله تعالى الحمد والمنة في كتاب سميته تنبيه الولاة والحكام على أحكام شاتم خير الأنام، أو أحد أصحابه الكرام، عليه وعليهم الصلاة والسلام

ان ہی مسائل میں سے سرور عالم ﷺ کی شان عالی میں گستاخی کرنے والے کی توبہ کا قبول نہ ہونا ہے فتاوی بزازیہ میں ہے منقول ہے کہ ہمارے نزدیک اس کی توبہ مقبول نہیں ہے اگرچہ وہ اسلام قبول کرلے، صاحب بزازیہ نے یہ بات قاضی عیاض مالکی کی الشفاء اور ابن تیمیہ حنبلی کی الصارم المسلول کی طرف منسوب کی ہے، پھر بعد کے اکثر فقہاء نے اس کی پیروی کی ہے، یہاں تک کہ خاتم المحققین علامہ ابن الھمام اور صاحب الدرر والغرر نے بھی یہ ہی بات لکھی ہے۔ حالانکہ شفاء اور الصارم المسلول میں جو بات لکھی وہ یہ ہے کہ یہ شوافع اور حنابلہ کا مذہب ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کی دو روایتوں میں سے ایک روایت ہے اور ہمارا مذہب قطعیت کے ساتھ یہ نقل کیا ہے کہ اس کی توبہ مقبول ہے اور یہ ہی بات قدماء کی کتابوں میں مذکور ہے۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ کی کتاب الخراج، امام طحاوی رحمہ اللہ کی مختصر کی شرح اور النتف وغیرہ کتابوں میں یہ ہی بات مذکور ہے۔ میں نے یہ بات اللہ تعالی کے فضل وکرم سے اپنے رسالے تنبيه الولاة والحكام على أحكام شاتم خير الأنام، أو أحد أصحابه الكرام، عليه وعليهم الصلاة والسلام میں خوب واضح کردی ہے۔ یہ رسالہ اپنے موضوع پر اتنا مفصل ہے کہ پہلے کسی نے اتنی تفصیل سے نہیں لکھا۔

دار الافتاء

ولهذا الذي ذكرناه نظائر كثيرة اتفق فيها صاحب البحر والنهر والمنح والدر المختار وغيرهم، وهي سهو منشأها الخطأ في النقل، أو سبق النظر

فإذا نظر قليل الإطلاع، ورأى المسئلة مسطورة في كتاب، أو أكثر،يظن أن هذا هو المذهب، ويفتى به، ويقول : إن هذه الكتب للمتأخرين الذين اطلعوا على كتب من قبلهم، وحرروا فيها ما عليه العمل. ولم يدر أن ذلك أغلبي وأنه يقع منهم خلافه، كما سطرناه ذلك

اور اس قسم کے تسامحات کی جن کا ہم نے تذکرہ کیا بہت نظائر ہیں، جن میں صاحب بحر، صاحب نہر، صاحب منح الغفار اور صاحبِ در مختار وغیر ہم کا اتفاق ہوتا ہے، حالانکہ وہ مسائل سہو ہوتے ہیں

الغرض کم واقفیت رکھنے والا شخص جب کسی مسئلہ کو ایک یا زیادہ کتابوں میں دیکھ لیتا ہے تو وہ گمان کرتا ہے کہ یہ ہی مذہب ہے اور وہ اسی پر فتوی دے دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ متاخرین کی کتابیں ہیں جو متقدمین کی کتابوں سے بخوبی واقف تھے اور انھوں نے اپنی کتابوں میں معمول بہا مسائل ہی لکھے ہونگے، حالانکہ اس کو یہ پتہ ہی نہیں ہے کہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ اکثری قاعدہ ہے۔ متاخرین سے اس کے خلاف بھی باتیں وقوع پذیر ہوئی ہیں جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔(شرح عقود رسم المفتی صفحه 32---38 مع حذف البعض مکتبه دار العلوم کراچی)

مندرجہ بالا حوالوں سے یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ ہمارے بعد کے علماء کرام جو آپٹیکل آلات کے ذریعے دیکھنے کو درست قرار دیتے ہیں، ان سے اصل حنفی مذہب کو نقل کرنے میں بظاہر یہ ہی تسامح ہوا ہے کہ انھوں نے صرف مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ پر بھروسہ کیا اور فقہ کی دیگر قدیم کتابوں کی طرف شاید مراجعت ہی نہیں کی۔

درج ذیل سطور میں ہم حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی مسائل جدیدہ کے شرعی حل کے حوالے سے تعلیمات ذکر کرنا چاہیں گے :

ا۔ جب تک کوئی جزئیہ نہ مل جائے محض کلیات سے استنباط اور تعلیل کر کے جواب دینے کی ہمت نہیں ہوتی، اس لیے کہ ہم جیسے لوگوں سے تعلیل کے اندر بھی غلطی ہو جاتی ہے۔(الافاضات ص10ج5)

2۔ مسئلہ کا جواب محض کلیات سے مناسب نہیں احتیاط کے خلاف ہے، ایک بار حرم کے اندر درخت لگانے کے متعلق ایک سوال آیا تھا، اس موقع پر فرمایا کہ اس کا جواب تو کسی کتاب میں کیا ملے گا، مگر مصلحت اسی میں ہے کہ جس مسئلہ کا بھی جواب دیا جائے کتاب میں جزئیہ دیکھ کر جواب دیا جائے ورنہ اگر محض قیاس سے جواب دیے جائیں گے تو نہ معلوم آج کل لوگ جوابات میں کیا کیا گڑبڑ کریں گے (الافاضات ص:145ج:2)

3۔ جن جزئیات کا فقہاء متقدمین متخرج کر چکے ہیں ان کا استخراج اب جائز نہیں، کیونکہ ضرورت نہیں اور جزئیہ منصوصہ کا استخراج جدید اس لیے جائز نہیں کہ حضرات سلف علم میں، فراست میں، تقوی میں، زہد میں، جہد فی الدین میں، غرض سب باتوں میں ہم سے بڑھے ہوئے تھے، تو تعارض کے وقت ان کا اجتہاد مقدم ہو گا۔(دعوات عبدیہ، ص:103)

دار الافتاء

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے مختلف ہمارے قدیم فقہاء کے صریح فتاوی پر غور کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم تین الگ الگ احادیث پیش کردیں جو سب کی سب دیکھنے (رؤیة) سے متعلق ہیں۔ یہ احادیث ان قدیم فقہاء کے فتاوی کی بنیاد ہیں۔

رویت سے متعلق احادیث مبارکہ جو کہ فقہاء کے فتاوی کی بنیاد ہیں

1۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَمَضَانَ فَقَالَ: لا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْا الْهِلالَ وَلا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ رواه البخاري (1906)، ومسلم (1080).

"حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: روزے رکھنا شروع نہ کرو یہاں تک کہ چاند دیکھ لو اور روزے رکھنا ختم نہ کرو یہاں تک کہ اس کو دیکھ لو، اگر چاند تم پر پوشیدہ ہو جائے تو چاند کی مقدار کو پورا کرلو (تیس دن پورے کرلو)"

2۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ , قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنِ اشْتَرَى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ فَهُوَ بِالْخِيَارِ إِذَا رَآهُ (سنن الکبری للبیہقی ،جلد 5، ص: 440)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جو کسی ایسی چیز کو خریدے جس کو دیکھا نہ ہو تو اسے (چیز واپس کرنے کا) اختیار ہے جب وہ اسے دیکھ لے"

3۔ عَنْ أَبِي هَانِئٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَظَرَ إِلَى فَرْجِ امْرَأَةٍ، لَمْ تَحِلَّ لَهُ أُمُّهَا، وَلَا ابْنَتُهَا (مصنف ابن ابی شیبہ ،جلد 3،ص؛ 480)

"ابوہانی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی کسی عورت کے فرج کو دیکھ لے تو اس آدمی کیلئے نہ اس کی ماں حلال ہو گی اور نہ اس کی بیٹی۔"

آخری دو احادیث کو رویت ہلال کی حدیث کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء نے مختلف قسم کی رؤیتوں کے احکام میں غور کر کے جو احکام متفق تھے ان کو اپنے فتاوی میں ذکر کیا ہے۔ وہ ایک مسئلہ میں دیکھنے کے معتبر ہونے پر دوسرے مسئلے میں دیکھنے کے معتبر ہونے کو قیاس کے ذریعے ثابت کرتے ہیں۔ اور اس طرح کا قیاس فقہاء کے یہاں نہ صرف معروف ہے بلکہ کئی کتابیں اس موضوع پر تحریر کی گئی ہیں۔

دار الافتاء

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے عینک کی حقیقت کو جو سمجھا تو اس کی بنیاد پر دور بین، ٹیلی اسکوپ، آئینے اور پانی کے انعکاس کے حکم کو بھی اسی پر قیاس کیا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عینک کو بینائی کا ایک آلہ اور سہارا سمجھا ہے، اس لیے ان کے ذریعے دیکھنے کی اجازت اور جواز فراہم کیا ہے۔ اس کے بعد اسی حکم کو آئینے، پانی کے انعکاس اور آخر میں دور بینوں پر بھی ثابت کیا اس معنی کر کہ یہ تمام دیکھنے کے آلات ہیں جو دیکھنے میں مدد کرتے ہیں۔ انھوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ چونکہ ان آلات کے ذریعے دیکھنا بھی درحقیقت آنکھوں سے ہی دیکھنا ہے اس لیے ان سے دیکھنے کا حکم وہی ہوگا جو آنکھوں سے دیکھنے کا ہے۔

کوئی پوچھ سکتا ہے کہ جب مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ہر مسئلے کے حل کیلئے کتب فقہ سے صریح جزئیہ کو تلاش کرنے پر اسی قدر مصر تھے تو کیا وجہ ہے اس مسئلے میں قیاس کا سہارا لیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قدیم فقہاء میں سے کسی نے بھی رمضان کے روزے اور رمضان کے چاند کے باب میں رویۃ (یعنی چاند کو دیکھنے) کے حکم پر کبھی بحث نہیں کی۔

بسا اوقات ایک محقق کو احکام کا صریح حل تلاش کرنے کے لیے دوسرے ابواب بھی دیکھنا پڑتے ہیں مثلاً باب خيار الروية ، باب اليمين على الرؤية يا حرمة المصاهرة من الرؤية۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ سے فقہ کی کتابوں کے اس طرح کے ابواب میں تلاش رہ گئی تھی چنانچہ انھوں نے قیاس سے مدد لی۔

بندے کے ناقص خیال میں فقہی اعتبار سے بھی مذکورہ قیاس میں کئی تسامحات ہیں۔ پہلا تسامح تو یہ ہے کہ انھوں نے دور بین کو عینک پر قیاس کیا۔ قیاس میں دو امور اہم ہوتے ہیں: مقیس اور مقیس علیہ۔ مقیس وہ ہوتا ہے جس میں آپ حکم ثابت کرنا چاہ رہے ہوتے ہیں اس شئی پر قیاس کرتے ہوئے جس میں حکم کا ثابت ہونا پہلے سے یقینی ہوتا ہے۔ قیاس کے معتبر ہونے کیلئے لازم ہوتا ہے کہ مقیس علیہ میں حکم سب کے نزدیک قابل قبول ہو اور غیر معقول المعنی نہ ہو۔ اگر ایسا نہیں ہوگا تو کوئی شخص یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ میں اصل مقیس علیہ میں آپ کے بیان کردہ حکم سے اتفاق نہیں کر رہا تو آپ ایک مختلف فیہ حکم کو اس پر کیسے قیاس کر سکتے ہیں؟ حضرت کے فتاوی میں کسی دلیل شرعی سے یہ بات ثابت نہیں کی گئی کہ عینک سے چاند یا دیگر اشیاء کا دیکھنا معتبر ہوتا ہے، بلکہ صرف اس بات کو فرض کر لیا گیا ہے کہ یہ معتبر ہے اور پھر اس پر دیگر تین اشیاء (یعنی: دور بین، آئینہ اور پانی کے انعکاس) کے ذریعے دیکھنے کو قیاس کر لیا گیا۔

دوسرا تسامح حضرت کے بیان کردہ قیاس میں یہ ہے کہ اگر کوئی اس بات کو ثابت کر دے کہ عینک سے دیکھنے اور دور بین وغیرہ سے دیکھنے میں فرق ہے تو اس صورت میں حضرت کا قیاس معتبر نہیں رہے گا۔

ایک اور تسامح حضرت کے قیاس میں وہ ہے جس کا تذکرہ ہم نے کچھ سطور قبل حضرت کی اپنی تحریرات سے نقل کیا تھا، چنانچہ انھوں نے فرمایا تھا:

دار الافتاء

"جب تک کوئی جزئیہ نہ مل جائے محض کلیات سے استنباط اور تعلیل کر کے جواب دینے کی ہمت نہیں ہوتی، اس لیے کہ ہم جیسے لوگوں سے تعلیل کے اندر بھی غلطی ہو جاتی ہے۔"

"مگر مصلحت اسی میں ہے کہ جس مسئلہ کا بھی جواب دیا جائے کتاب میں جزئیہ دیکھ کر جواب دیا جائے ورنہ اگر محض قیاس سے جواب دیے جائیں گے تو نہ معلوم آج کل لوگ جوابات میں کیا کیا گڑبڑ کریں گے۔"

جب ہم مختلف رویتوں کا حکم تلاش کرنے کیلئے متقدمین فقہاء کرام کی کتابوں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں ایسے صریح جزئیات ملتے ہیں جو حضرت کے قیاس سے بالکل مختلف ہیں۔ ذیل میں ہم ان جزئیات کو نقل کرتے ہیں جو خود مجتهدین سے منقول ہیں۔ ان مجتھدین میں قدماء بھی ہیں مثلا حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ اور متاخرین بھی مثلا علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ۔

آئینے یا پانی سے دیکھنے کے حوالے سے نصوص فقہیہ:

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے پانی یا آئینے کی مدد سے چاند دیکھنے کو عینک سے دیکھنے پر قیاس کرتے ہوئے معتبر جانا تھا اس معنی کر کہ یہ تینوں دیکھنے کے محض آلات ہی تو ہیں۔ حالانکہ درج ذیل نصوص فقہیہ ان آلات سے دیکھنے کو غیر معتبر گردانتے ہیں:

ابن سماعة عن محمد في رجل حلف لا ينظر إلى فلان فرآه من خلف ستر أو خلف زجاجة يتبين له من خلفها وجهه حنث. وكذلك لو نظر إلى فرج امرأة بشهوة حرمت عليه أمها. ولو نظر في مرآة فرأى وجهه لم يحنث. وكذلك لو نظر إلى فرج امرأة في مرآة. لم تحرم عليه أمها. (فقیہ ابو اللیث سمرقندی عیون المسائل، جلد: 1 ص: 170، مکتبہ اسد)

"ابن سماعہ امام محمد سے نقل کرتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو قسم کھائے کہ وہ فلاں کو نہیں دیکھے گا، پھر وہ اس کو پردے کے پیچھے سے دیکھتا ہے یا ایسے شیشے کے پیچھے سے دیکھتا ہے جس کے پیچھے سے اس کا چہرہ واضح ہو جاتا ہے تو وہ حانث ہو گا۔ اسی طرح اگر وہ کسی عورت کے فرج کو شہوت کے ساتھ دیکھتا ہے تو اس پر اس عورت کی ماں حرام ہو جاتی ہے۔ اور اگر وہ کسی آئینے میں اس کا چہرہ دیکھ لیتا ہے تو وہ حانث نہیں ہو گا۔ اسی طرح اگر وہ کسی عورت کے فرج کو آئینے میں دیکھ لیتا ہے تو اس پر اس عورت کی ماں حرام نہیں ہو گی۔"

یمین (قسم) کے احکام میں فقہاء کسی لفظ کی شرعا حد بندی اور تعریف میں اکثر عرف کا اعتبار کرتے ہیں۔ پھر جب ایک لفظ کا معنی ایک جگہ قسم میں متعین ہو جاتا ہے تو بطریق قیاس اس لفظ کو اسی معنی میں دوسری جگہ بھی استعمال کر لیا کرتے ہیں۔ درج بالا مسئلے میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ جب ایک بندے نے قسم کھالی کہ وہ فلاں آدمی کا چہرہ نہیں دیکھے گا تو اس کی قسم معتبر ہی جانی جائے گی اور وہ حانث نہیں ہو گا اگرچہ وہ اس کا چہرہ آئینے کے ذریعے دیکھ لے اور وجہ یہ ہی ہے کہ آئینے کے ذریعے دیکھنا ایسا دیکھنا نہیں ہے جس کا اعتبار کیا جائے۔ پھر اسی مسئلہ پر اس مسئلے کو بھی قیاس کیا جس کا تذکرہ ان احادیث میں ہے جن کو ہم نے گذشتہ صفحات میں نقل کیا تھا کہ اگر آدمی کسی عورت کا فرج دیکھ لے تو اس کی ماں سے نکاح اس کے حق میں

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

حرام ہو جاتا ہے، جبکہ امام محمد رحمہ اللہ نے مذکورہ عبارت یہ بات واضح کی ہے کہ اگر وہ آدمی کسی آئینے سے دیکھ لے تو اس کی ماں اس پر حرام نہیں ہو گی۔

آئینے سے دیکھنے کے یہ دو مسائل صراحۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے بیان کردہ قیاس سے مخالف ہیں، تو اگر حضرت کے بیان کردہ اصول افتاء پر عمل کیا جائے تو ہم پر لازم ہے کہ ہم متقدمین کے بیان کردہ حکم پر عمل کریں اور حضرت کے قیاس کو چھوڑ دیں۔

مزید بر آں یہ کہ مذکورہ بالا دو مسائل سے اس نتیجے تک با آسانی پہنچا جا سکتا ہے کہ جب قسم / یمین کی صورت میں آئینے میں آدمی کا چہرہ دیکھنا معتبر نہیں اور اسی طرح جب عورت کے فرج کو آئینے میں دیکھنے پر حرمت مصاہرت مرتب نہیں ہو گی تو چاند کو دیکھنا جو ان سے زیادہ نازک مسئلہ ہے اس میں بھی آئینے سے دیکھنے کا اعتبار نہیں ہو گا۔

اسی طرح بن دیکھے چیز خریدنے کی وجہ سے جو حدیث خیار رویت کو ثابت کرتی ہے، اس کے حوالے سے بھی ایسی نصوص فقہیہ موجود ہیں جو وہی بات ثابت کرتی ہیں جن کا ہم نے ابھی تذکرہ کیا چنانچہ الجوہرۃ النیرۃ میں ہے:

وَلَوْ رَأَى مَا اشْتَرَاهُ مِنْ وَرَاءِ زُجَاجَةٍ أَوْ فِي مِرْآةٍ أَوْ كَانَ الْمَبِيعُ عَلَى شَفَا حَوْضٍ فَرَآهُ فِي الْمَاءِ فَلَيْسَ ذَلِكَ بِرُؤْيَةٍ وَهُوَ عَلَى خِيَارِهِ لِأَنَّهُ لَا يَرَاهُ عَلَى حَقِيقَتِهِ وَهَيْئَتِهِ

اور اگر آدمی مبیع کو شیشے کے پیچھے سے یا آئینے سے یا مبیع حوض کے کنارے پر ہو اور وہ اس کو پانی میں دیکھ لے تو یہ کوئی رویتِ معتبرہ نہیں ہے اور اس کو خیار رویۃ حاصل ہو گا کیونکہ اس نے اس چیز کو اس کی حقیقت اور اصل ہیئت پر نہیں دیکھا۔ (امام ابو بکر الزبیدی، الجوہرۃ النیرۃ جلد: 1، ص: 195، المکتبۃ الخیریۃ)

اس نص میں ہم نے مکرر دیکھا کہ آئینے کے ذریعے دیکھنے کا اعتبار نہیں ہوتا۔ اوپر ذکر دہ دو مسائل کے مطابق یہاں بھی اسی حکم کا ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ بعینہ یہ ہی قانون چاند کو دیکھنے میں بھی لاگو ہو گا۔ بلکہ دوسرا حصہ تو اس امر پر بھی صریح ہے کہ پانی کے انعکاس سے دیکھنے کا کوئی اعتبار ہی نہیں جبکہ حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کے قیاس کے مطابق ان اشیاء کے ذریعے دیکھنے کا اعتبار ہے۔ لہذا یہ ایک اور مثال ہو گئی اس بات کی کہ حضرت کا ذکر دہ قیاس صریح فقہی جزیئے کے مخالف ہے۔

ذکر دہ اصولی مسئلے کے مطابق ہمیں فقہاء کی کتب میں مزید عبارات بھی ملتی ہیں:

وَلَو نظر إِلَى الْمرْآة فَرأى الْمَبِيع قَالُوا لَا يسْقط خِيَاره لِأَنَّهُ مَا رأى عين الْمَبِيع وَإِنَّمَا رأى مِثَاله قَالَ هَكَذَا قَالَ بَعضهم وَالْأَصَح أَنه يرى عين الْمَبِيع لَكِن يعرف بِهِ أَصله وَقد تَتَفَاوَت هيئاته بتفاوت الْمرْآة وعَلى هَذَا قَالُوا من نظر فِي الْمرْآة فَرأى فرج أم امْرَأَته عَن شَهْوَة لَا تثبت حُرْمَة الْمُصَاهرَة وَلَو نظر إِلَى فرج امْرَأَته الْمُطلقَة طَلَاقا رَجْعِيًا عَن شَهْوَة فِي الْمرْآة لَا يصير مراجعا لما قُلْنَا

دار الافتاء

اور اگر ایک آدمی آئینہ میں دیکھے اور اس کو مبیع نظر آجائے تو علماء فرماتے ہیں کہ اس کا خیار رویۃ ساقط نہیں ہو گا کیونکہ اس نے مبیع کا عین نہیں دیکھا بلکہ مبیع کی مثال دیکھی ہے، بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس نے دیکھا تو عین مبیع کو ہے لیکن آئینے میں اس کو صرف مبیع کی اصل نظر آئی ہے، باقی رہی مبیع کی موجودہ ہیئت تو اس کو وہ آئینے میں نہیں دیکھ سکتا کیونکہ آئینے کے بڑا چھوٹا ہونے سے مبیع کی ہیئت بھی چھوٹی بڑی ہو جاتی ہے۔ اسی بنا پر علماء فرماتے ہیں کہ جس شخص نے آئینہ دیکھا اور اس میں اس نے اپنی بیوی کی ماں کے فرج کو شہوت سے دیکھ لیا تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہو گی، اسی طرح اگر اس نے آئینے میں اپنی اس بیوی کا فرج شہوت سے دیکھ لیا جس کو اس نے طلاق رجعی دی ہوئی تھی تو اس آئینے میں دیکھنے سے رجوع ثابت نہیں ہو گا اور وجہ وہی ہے جس کا ذکر اوپر ہم نے کیا۔ (امام علاؤالدین سمر قندی، تحفۃ الفقہاء جلد:2 ص:88، دار الکتب العلمیہ)

ذیل میں ہم مزید کچھ نصوص فقہیہ پیش کرتے ہیں جو کچھ دیگر صورت مسئلہ کے ساتھ اسی بات کو ثابت کرتے ہیں۔ ان دیگر صورتوں پر ہم بعد میں تفصیل سے بحث کریں گے۔

(وَ) حَرُمَ أَيْضًا تَزَوُّجُ (فُرُوعِهِنَّ) ؛ إذْ بِالزِّنَا تَثْبُتُ حُرْمَةُ الْمُصَاهَرَةِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ (لَا) أَيْ لَا يَحْرُمُ تَزَوُّجُ الْمَنْظُورِ إلَى فَرْجِهَا الدَّاخِلِ (مِنْ مِرْآةٍ أَوْ مَاءٍ بِالِانْعِكَاسِ) يَعْنِي إذَا نَظَرَ إلَى فَرْجِهَا الدَّاخِلِ مِنْ زُجَاجٍ أَوْ مَاءٍ هِيَ فِيهِ تَحْرُمُ هِيَ لَهُ، وَأَمَّا إذَا نَظَرَ إلَى مِرْآةٍ أَوْ مَاءٍ فَرَأَى فَرْجَهَا الدَّاخِلَ بِالِانْعِكَاسِ لَا تَحْرُمُ لَهُ، كَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانْ وَالْخُلَاصَةِ

اور ان عورتوں کی فروع سے نکاح کرنا بھی حرام ہو گا؛ اسلئے کہ ہمارے نزدیک زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے برخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے۔ نہ کہ اس عورت کی فروع سے نکاح حرام ہوتا ہے جس کی فرج داخل کو آئینے میں یا پانی کے عکس میں دیکھ لیا جائے۔ یعنی جب وہ عورت کے فرج کو شیشے سے دیکھ لے یا اس پانی میں دیکھ لے جس میں وہ عورت ہو تو پھر اس کی وجہ سے حرمت مصاہرت ثابت ہو گی۔ لیکن اگر آئینے سے دیکھ لے یا پانی کے عکس میں فرج داخل کو دیکھ لے تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہو گی۔ فتاوی قاضی خان اور خلاصہ میں اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ (ملا خسرو، درر الحکام، جلد:1، ص:330، دار احیاء الکتب العربیہ)

وَالنَّظَرُ مِنْ وَرَاءِ الزُّجَاجِ يُوجِبُ حُرْمَةَ الْمُصَاهَرَةِ بِخِلَافِ الْمِرْآةِ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَرَ فَرْجَهَا، وَإِنَّمَا رَأَى عَكْسَ فَرْجِهَا، وَكَذَا لَوْ وَقَفَ عَلَى الشَّطِّ فَنَظَرَ إلَى الْمَاءِ فَرَأَى فَرْجَهَا لَا يُوجِبُ الْحُرْمَةَ وَلَوْ كَانَتْ هِيَ فِي الْمَاءِ فَرَأَى فَرْجَهَا تَثْبُتُ الْحُرْمَةُ[1]

اور شیشے سے دیکھنا حرمت مصاہرت کو ثابت کرتا ہے برخلاف آئینے کے؛ اسلئے کہ آئینے میں اس عورت کے فرج کو دیکھا ہی نہیں ہے، بلکہ اس نے تو اس کے فرج کا عکس دیکھا ہے، اسی طرح اگر وہ نہر کے کنارے کھڑا ہو اور پانی میں بطور عکس کے وہ عورت کے فرج کو دیکھ لے تو اس سے بھی حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہو گی، البتہ اگر عورت پانی میں ہو اور وہ اس پانی میں عورت کے فرج کو دیکھ لے تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔ (امام ابن نجیم المصری، البحر الرائق، جلد 3، ص:109، دار الکتب الاسلامیہ)

درج بالا عبارات میں ایک استثناء کے ساتھ وہی قانون بیان کیا گیا ہے جس کا پہلے تذکرہ ہو چکا۔ ان دو عبارتوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صاف شیشے یا پانی میں براہ راست دیکھنا شرعاً معتبر ہو گا بر خلاف آئینے یا پانی کے عکس میں دیکھنے کے۔ وہ وجہ جس کی بنیاد پر فقہاء نے ان دو چیزوں کو مستثنیٰ کیا ہے اس پر ان شاء اللہ ہم متعلقہ تمام عبارات و نصوص فقہیہ نقل کرنے کے بعد تبصرہ کریں گے۔

النَّظَرُ مِنْ وَرَاءِ الزُّجَاجِ إِلَى الْفَرْجِ مُحَرِّمٌ، بِخِلَافِ النَّظَرِ فِي الْمِرْآةِ. وَلَوْ كَانَتْ فِي الْمَاءِ فَنَظَرَ فِيهِ فَرَأَى فَرْجَهَا فِيهِ ثَبَتَتْ الْحُرْمَةُ، وَلَوْ كَانَتْ عَلَى الشَّطِّ فَنَظَرَ فِي الْمَاءِ فَرَأَى فَرْجَهَا لَا يُحَرِّمُ، كَأَنَّ الْعِلَّةَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ أَنَّ الْمَرْئِيَّ فِي الْمِرْآةِ مِثَالُهُ لَا هُوَ، وَبِهَذَا عَلَّلُوا الْحِنْثَ فِيمَا إذَا حَلَفَ لَا يَنْظُرُ إلَى وَجْهِ فُلَانٍ فَنَظَرَهُ فِي الْمِرْآةِ أَوْ الْمَاءِ،

وَعَلَى هَذَا فَالتَّحْرِيمُ بِهِ مِنْ وَرَاءِ الزُّجَاجِ بِنَاءً عَلَى نُفُوذِ الْبَصَرِ مِنْهُ فَيَرَى نَفْسَ الْمَرْئِيِّ، بِخِلَافِ الْمِرْآةِ وَالْمَاءِ، وَهَذَا يَنْفِي كَوْنَ الْإِبْصَارِ مِنْ الْمِرْآةِ وَمِنْ الْمَاءِ بِوَاسِطَةِ انْعِكَاسِ الْأَشِعَّةِ وَإِلَّا لَرَآهُ بِعَيْنِهِ بَلْ بِانْطِبَاعِ مِثْلُ الصُّورَةِ فِيهِمَا، بِخِلَافِ الْمَرْئِيِّ فِي الْمَاءِ لِأَنَّ الْبَصَرَ يَنْفُذُ فِيهِ إذَا كَانَ صَافِيًا فَيَرَى نَفْسَ مَا فِيهِ. وَإِنْ كَانَ لَا يَرَاهُ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي هُوَ عَلَيْهِ.

شیشے کے پیچھے سے فرج کو دیکھنا حرمت مصاہرت کو ثابت کرتا ہے بر خلاف آئینے میں دیکھنے کے۔ اگر عورت پانی میں ہو اور اس پانی میں اس کو فرج کو دیکھ لیا تو بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو گی لیکن دوسری طرف اگر وہ عورت پانی کے کنارے پر ہو اور پانی کے عکس میں اس کے فرج کو دیکھ لیا تو حرمت ثابت نہیں ہو گی۔ اصل بات تو اللہ کو معلوم ہے البتہ بظاہر علت یہ ہے کہ آئینے میں شئی نہیں بلکہ شئی کی مثال نظر آتی ہے اور یہ ہی علت فقہاء نے قسم/یمین کے مسئلہ میں بھی بیان کی ہے جس میں آدمی قسم کھالے کہ وہ فلاں کا چہرہ نہیں دیکھے گا پھر وہ اس کا چہرہ آئینہ یا پانی (کے عکس) میں دیکھ لیتا ہے۔

چنانچہ شیشے سے دیکھنے کی وجہ سے جو حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے وہ اس وجہ سے کہ نگاہ شیشے سے آر پار ہو جاتی ہے اور شیشے سے نفس شئی کو دیکھا جا سکتا ہے بر خلاف آئینہ اور پانی کے۔

اور یہ مسئلہ اس سے مختلف ہے کہ آئینے میں دیکھا جائے یا پانی میں شعاعوں کے عکس کی مدد سے کیونکہ یہ عین کو دیکھنا نہیں ہے بلکہ ان کی صورتوں کو دیکھنا ہے۔ بر خلاف پانی میں موجود شئی کو دیکھنا؛ اسلئے کہ نگاہ پانی میں آر پار ہو جاتی ہے جبکہ پانی صاف ہو اور پانی میں نفس شئی نظر آتی ہے، اگرچہ وہ شئی کو اس ہیئت پر نہ دیکھ سکے جس پر وہ ہے۔ (علامہ ابن الھمام، فتح القدیر، جلد 3، ص: 224، دار الفکر)

اس طویل عبارت میں علامہ ابن الہمام نے کسی چیز کو آئینہ یا پانی کے عکس میں دیکھنے اور صاف شیشے یا صاف پانی سے دیکھنے کے درمیان فرق کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ عکس میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ در حقیقت آئینے یا پانی کی سطح پر کسی شے کا نقش ہے۔ چنانچہ اس نقش کو تصویر یا نقل ہی سمجھا جائے گا نہ کہ اصل شئی۔ حضرت کے نزدیک عکس کے غیر معتبر ہونے کی یہ ہی وجہ ہے اور ان کا یہ نظریہ دیگر کئی فقہاء سے مختلف ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ آئینہ یا عکس میں نظر آنا اس لئے معتبر نہیں ہے کہ ان میں شئی الٹی نظر آتی ہے کیونکہ اس بات کا تجربہ کیا گیا ہے کہ جب کوئی چیز آئینے میں یا عکس میں دیکھی جاتی ہے تو بائیں طرف دائیں طرف کی اور دائیں بائیں کی طرف الٹ جاتی ہے۔۔ علامہ ابن الھمام اس بات

سے متفق نہیں ہیں کہ جو چیز آئینے میں نظر آتی ہے وہ بعینہ وہی ہے بس اس کی جوانب الٹ گئی ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ آئینے میں یا پانی کے عکس میں نظر آنے والی چیز کسی بھی طرح سے اصل شئ ہے ہی نہیں بلکہ شے کی تصویر ہے نقش ہے۔ علامہ ابن الہمام کے اس فہم کی مزید تائید اور وضاحت علامہ ابن عابدین الشامی نے درج ذیل عبارت میں کی ہے:

<u>(لَا) تَحْرُمُ (الْمَنْظُورُ إلَى فَرْجِهَا الدَّاخِلِ) إذَا رَآهُ (مِنْ مِرْآةٍ أَوْ مَاءٍ) لِأَنَّ الْمَرْئِيَّ مِثَالُهُ (بِالِانْعِكَاسِ) لَا هُوَ</u>

(قَوْلُهُ:؛ لِأَنَّ الْمَرْئِيَّ مِثَالُهُ إلَخْ) يُشِيرُ إلَى مَا فِي الْفَتْحِ مِنْ الْفَرْقِ بَيْنَ الرُّؤْيَةِ مِنْ الزُّجَاجِ وَالْمِرْآةِ، وَبَيْنَ الرُّؤْيَةِ فِي الْمَاءِ، وَمِنْ الْمَاءِ حَيْثُ قَالَ: كَأَنَّ الْعِلَّةَ وَاَللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ أَنَّ الْمَرْئِيَّ فِي الْمِرْآةِ مِثَالُهُ لَا هُوَ وَبِهَذَا عَلَّلُوا الْحِنْثَ فِيمَا إذَا حَلَفَ لَا يَنْظُرُ إلَى وَجْهِ فُلَانٍ فَنَظَرَهُ فِي الْمَرْآةِ أَوْ الْمَاءِ وَعَلَى هَذَا فَالتَّحْرِيمُ بِهِ مِنْ وَرَاءِ الزُّجَاجِ، بِنَاءً عَلَى نُفُوذِ الْبَصَرِ مِنْهُ فَيَرَى نَفْسَ الْمَرْئِيِّ بِخِلَافِ الْمَرْآةِ، وَمِنْ الْمَاءِ، وَهَذَا يَنْفِي كَوْنَ الْإِبْصَارِ مِنْ الْمِرْآةِ وَالْمَاءِ بِوَاسِطَةِ انْعِكَاسِ الْأَشِعَّةِ، وَإِلَّا لَرَآهُ بِعَيْنِهِ بَلْ بِانْطِبَاعِ مِثْلِ الصُّورَةِ فِيهِمَا، بِخِلَافِ الْمَرْئِيِّ فِي الْمَاءِ؛ لِأَنَّ الْبَصَرَ يَنْفُذُ فِيهِ إذَا كَانَ صَافِيًا فَيَرَى نَفْسَ مَا فِيهِ، وَإِنْ كَانَ لَا يَرَاهُ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي هُوَ عَلَيْهِ، وَلِهَذَا كَانَ لَهُ الْخِيَارُ إذَا اشْتَرَى سَمَكَةً رَآهَا فِي مَاءٍ.

وَبِهِ يَظْهَرُ فَائِدَةُ قَوْلِ الشَّارِحِ مِثَالُهُ، لَكِنَّهُ لَا يُنَاسِبُ قَوْلَ الْمُصَنِّفِ تَبَعًا لِلدُّرَرِ بِالِانْعِكَاسِ، وَلِهَذَا قَالَ فِي الْفَتْحِ وَهَذَا يَنْفِي إلَخْ،

<u>حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی عورت کی داخلی فرج کو دیکھنے سے جب کہ وہ اس کو آئینے یا پانی کے عکس میں دیکھے؛ کیونکہ جو چیز نظر آتی ہے وہ اس کی مثال ہوتی ہے نہ کہ اس کا عین۔</u>

مصنف علیہ الرحمہ اشارہ کر رہے ہیں اس فرق کی طرف جو فتح میں ہے شیشے اور آئینے سے دیکھنے کے درمیان اور پانی میں دیکھنے اور پانی کے عکس سے دیکھنے کے درمیان کہ: اصل بات تو اللہ کو معلوم ہے البتہ بظاہر علت یہ ہے کہ آئینے میں شئ نہیں بلکہ شئ کی مثال نظر آتی ہے اور یہ ہی علت فقہاء نے قسم کے مسئلہ میں بھی بیان کی ہے جس میں آدمی قسم کھالے کہ وہ فلاں کا چہرہ نہیں دیکھے گا پھر وہ اس کا چہرہ آئینہ یا (پانی کے عکس) میں دیکھ لیتا ہے۔ چنانچہ شیشے سے دیکھنے کی وجہ سے جو حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے وہ اس وجہ سے کہ نگاہ شیشے سے آر پار ہو جاتی ہے اور شیشے سے نفس شئ کو دیکھا جاسکتا ہے بر خلاف آئینہ اور پانی کے اور یہ مسئلہ اس سے مختلف ہے کہ آئینے میں دیکھا جائے یا پانی میں شعاعوں کے عکس کی مدد سے کیونکہ یہ عین کو دیکھنا نہیں ہے بلکہ ان کی صورتوں کو دیکھنا ہے۔ بر خلاف پانی میں موجود شئ کو دیکھنا؛ اسلئے کہ نگاہ پانی میں آر پار ہو جاتی ہے جبکہ پانی صاف ہو اور پانی میں نفس شئ نظر آتی ہے، اگرچہ وہ شئ کو اس ہیئت پر نہ دیکھ سکے جس پر وہ ہے، اسی وجہ سے جب مشتری ایسی مچھلی کو خریدے جس کو اس نے پانی میں دیکھا ہو تو اس کو اختیار ہوتا ہے۔

اس سے شارح (امام حصکفی) رحمہ اللہ کے قول مثاله (یعنی نقش / تصویر) کا فائدہ بھی واضح ہو جاتا ہے، لیکن یہ مصنف (امام تمرتاشی) کے قول کے مناسب نہیں ہے جو کہ درر الحکام کے مصنف (علامہ خسرو) کے قول شئ کے پلٹ جانے کو لیتے ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے جس کی بنا پر فتح القدیر میں وھذا ینفی کی تعبیر استعمال کی گئی ہے

دار الافتاء

وَقَدْ يُجَابُ بِأَنَّهُ لَيْسَ مُرَادَ الْمُصَنِّفِ بِالِانْعِكَاسِ الْبِنَاءَ عَلَى الْقَوْلِ بِأَنَّ الشُّعَاعَ الْخَارِجَ مِنْ الْحَدَقَةِ الْوَاقِعَ عَلَى سَطْحِ الصَّقِيلِ كَالْمِرْآةِ وَالْمَاءِ يَنْعَكِسُ مِنْ سَطْحِ الصَّقِيلِ إلَى الْمَرْئِيِّ، حَتَّى يَلْزَمَ أَنَّهُ يَكُونُ الْمَرْئِيُّ حِينَئِذٍ حَقِيقَتَهُ لَا مِثَالَهُ، وَإِنَّمَا أَرَادَ بِهِ انْعِكَاسَ نَفْسِ الْمَرْئِيِّ، وَهُوَ الْمُرَادُ بِالْمِثَالِ فَيَكُونُ مَبْنِيًّا عَلَى الْقَوْلِ الْآخَرِ وَيُعَبِّرُونَ عَنْهُ بِالِانْطِبَاعِ، وَهُوَ أَنَّ الْمُقَابِلَ لِلصَّقِيلِ تَنْطَبِعُ صُورَتُهُ، وَمِثَالُهُ فِيهِ لَا عَيْنُهُ، وَيَدُلُّ عَلَيْهِ تَعْبِيرُ قَاضِي خَانْ بِقَوْلِهِ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَرَ فَرْجَهَا، وَإِنَّمَا رَأَى عَكْسَ فَرْجِهَا فَافْهَمْ.

اور اس بات کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ عکس سے مراد یہ نہیں ہے کہ جو شعاعیں آنکھوں سے نکل کر شفاف جسم مثلا آئینہ اور پانی پر پڑتی ہیں وہی شعاعیں اس سے ٹکڑا کر اس جسم پر پڑتی ہیں جس کو دیکھنا مقصود ہے، اس لئے کہ اس سے تو یہ لازم آئیگا کہ نفس جسم کو ہی دیکھ لیا نہ کہ اس کے نقش و مثال کو۔ بلکہ ان کی مراد نفس شئی کا پلٹا جانا ہے اور یہ ہی مراد ہے نقش اور مثال کے لفظ سے، چنانچہ یہ ایک دوسرے قول پر مبنی ہے جس کو فقہاء انطباع سے تعبیر کرتے ہیں، اس کی وضاحت یہ ہے کہ جو چیز شفاف جسم کے سامنے ہوتی ہے اس کی صورت اور مثال اس شفاف جسم پر منطبع ہوتی ہے نہ کہ اس کا عین اور نفس۔ اور علامہ قاضی خان کا یہ کہنا کہ اس نے عورت کے فرج کو نہیں دیکھا بلکہ اس کے فرج کا عکس دیکھا ہے۔۔۔ اسی بات پر دلالت کرتا ہے۔(علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ، رد المحتار، جلد:3، ص:34، دار الفکر)

مذکورہ نصوص فقہیہ کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ رویت چاہے وہ چہرہ نہ دیکھنے کی قسم کا معاملہ ہو، چاہے وہ بیع خیار رویت کا معاملہ، ہو یا چاہے عورت کی فرج داخل کو دیکھنے کی صورت میں حرمت مصاہرت کا معاملہ ہو۔۔۔ فقہاء بہر حال اس بات پر متفق ہیں کہ ان تمام صورتوں میں آئینہ یا پانی کے عکس میں دیکھنے کا اعتبار نہیں ہے۔ بعض فقہاء غیر معتبر ہونے کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ ہر دو صورتوں میں شئی پلٹی ہوئی نظر آتی ہے اور بعض وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان میں نفس شئی اور عین شئی نہیں بلکہ شئی کا عکس / تصویر، نقش نظر آتا ہے۔

دیگر فقہاء کی عبارات پر غور کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم دور بین اور ٹیلی اسکوپ کے عمل پر بات کر لیں۔ کسی شئی / آلہ کے استعمال کے بارے میں فتوی دینے سے پہلے یہ لازم ہے کہ اس بات کی تحقیق کر لی جائے وہ آلہ کیسے کام کرتا ہے۔ یاد رہے کہ موجودہ زمانے کی دور بینوں اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے زمانے کی دور بینوں میں بہت فرق ہے۔

دور بینوں اور ٹیلی اسکوپس کی کئی اقسام ہیں۔ ذیل میں ہم صرف ان تین اقسام سے بحث کریں گے جو عوام اور خاص فلکیات کے ماہرین میں مشہور ہیں:

1۔ ریفلیکٹو ٹیلی اسکوپ / دور بین

2۔ ریفریکٹو ٹیلی اسکوپ / دور بین

3۔ گیلیلیئن ٹیلی اسکوپ / پروسپیکٹ گلاس / اوپرا گلاس

Reflective Telescope/Binoculars ریفلیکٹو ٹیلی اسکوپ / دور بین

ذیل میں ہم بحوالہ مضمون:: **How does a reflecting telescope work?** "ریفلیکٹو ٹیلی اسکوپ کیسے کام کرتی ہیں"

ریفلیکٹوٹیلی اسکوپس اور دوربینوں کی تصاویر کی مدد سے مختصر وضاحت کریں گے اور یہ بتائیں گے کہ یہ کسی کام کرتی ہیں۔

*"A reflecting telescope is an optical instrument designed by **two mirrors** that are used to focus on the celestial objects. To be more specific, a reflecting telescope is an optical telescope that uses **mirrors** where lights are **reflected** at various angles through the optical tube."*

"ریفلیکٹوٹیلی اسکوپ ایک آپٹیکل آلہ ہے جو دو آئینوں سے ملا کر بنایا گیا جو کہ اشیاء کو متعین کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر ریفلیکٹوٹیلی اسکوپ ایک آپٹیکل آلہ ہے جو کہ ایسے آئینے استعمال کرتا ہے جن میں مختلف زاویوں سے آپٹیکل ٹیوب کی مدد سے روشنیاں منعکس ہوتی ہیں۔

*"A reflecting telescope works by the **two curved mirrors** (primary and secondary) that are used to focus the object. These **mirrors** gather light and **reflect** the targeted **image**. Let's know the detailed process below.*

- *In a reflecting telescope, first, the light coming from a distant object will directly go through the optical tube.*
    - *Then the first **reflection** will occur on the primary **mirror** located at the bottom of the tube.*
    - *The major part of a reflector is the primary mirror. It will pass the light to the secondary mirror located near the top of the optical tube.*
    - *This **mirror** will **reflect** the light for the second time.*
    - *The eyepiece of the telescope directed towards the secondary mirror will catch the light and magnify the image.*

When the magnification occurs, the image will be visible to you and thus you will get a clear view of the object."

(Tour, Scope. "How Does a Reflecting Telescope Work?" Scope Tour, 26 Nov. 2020, scopetour.com/telescope/how-does-a-reflecting-telescope-work)

"ایک ریفلیکٹوٹیلی اسکوپ دو آئینوں کی مدد سے کام کرتی ہے جو کہ شئی کو متعین کرتے ہیں۔ یہ آئینے شئی سے روشنی کو جمع کرتے ہیں اور متعین شئی کا عکس دکھاتے ہیں۔ ذیل میں تفصیلی طریقہ کار ملاحظہ ہو

سب سے پہلے فاصلے پر موجود شئی سے روشنی آپٹیکل ٹیوب سے گذر کر پہنچتی ہے۔

پھر پہلا عکس بنیادی آئینے (جو ٹیوب کے نیچے ہوتا ہے) میں عیاں ہوتا ہے

ریفلیکٹر میں سب سے اہم حصہ بنیادی آئینہ ہوتا ہے، وہ روشنی کو ثانوی آئینے سے گذارتا ہے جو کہ آپٹیکل ٹیوب کے اوپر ایک جگہ نصب ہوتا ہے۔

یہ آئینہ دوسری مرتبہ روشنی کا عکس بناتا ہے

ٹیلی اسکوپ کا آئی پیس جس کا رخ ثانوی آئینے کی طرف ہوتا ہے وہ روشنی کو پکڑتا ہے اور عکس کو بڑا کرتا ہے

دار الافتاء

جب عکس بڑا ہو جاتا ہے تو پھر وہ تصویر و عکس قابل دید ہوتا ہے اور یوں آپ شئی کو واضح طور پر دیکھ سکیں گے۔"

ذیل میں دو مختلف طرح کی ٹیلی اسکوپ کی تصاویر ملاحظہ ہوں:

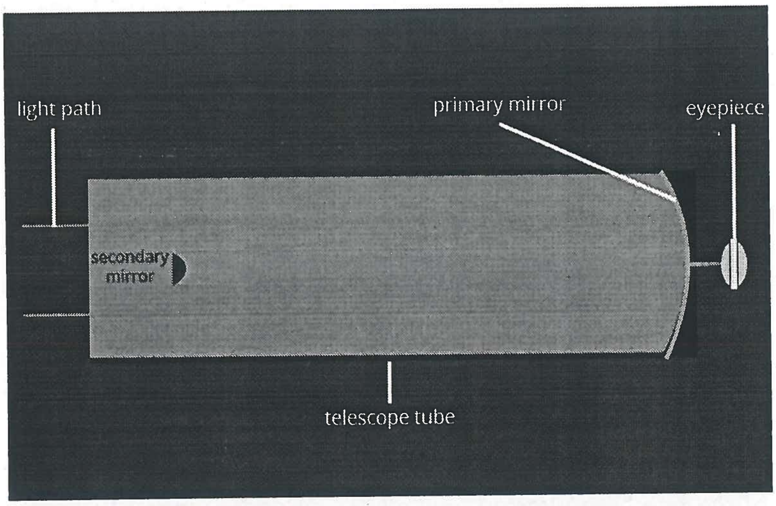

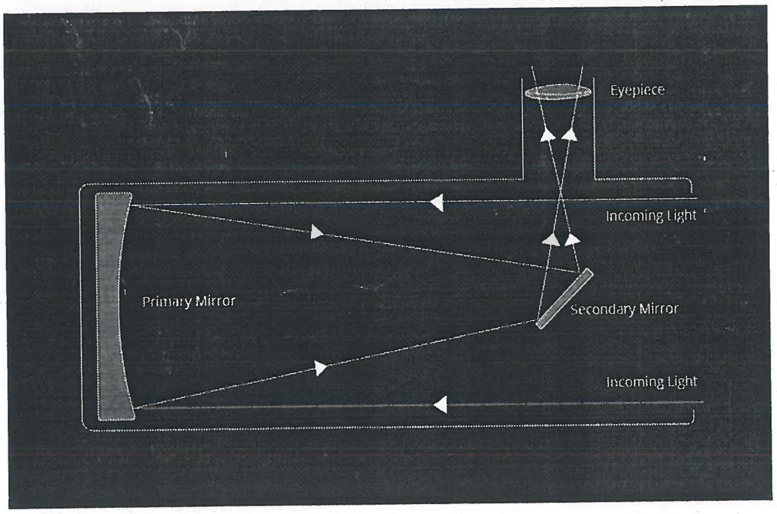

مذکورہ وضاحت اور تصاویر سے ہم یہ جان سکتے ہیں کہ ٹیلی اسکوپ یا دوربین سے چاند اس وقت نظر آتا ہے جب روشنی کا عکس ایک نہیں بلکہ دو آئینوں پر پڑے، اس کے بعد ایک تیسرے لینس سے چاند کا عکس بڑا ہوتا اور قابل دید ہوتا ہے۔

اوپر ذکر کردہ عبارات سے یہ بات توکم از کم روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ہمارے قدیم فقہاء اس دیکھنے کو تو معتبر مانتے ہی نہیں جو آئینے یا عکس کے ذریعے ہو چاہے وجہ یہ ہو کہ آئینے میں شئ نہیں بلکہ شئ کا عکس اور نقش نمایاں ہوتا ہے یا یہ وجہ ہو کہ آئینے میں شئ پلٹی ہوئی نظر آتی ہے۔۔۔ بہر حال یہ بات ثابت ہو گئی کہ چونکہ ٹیلی اسکوپ اور دور بین شئ کی دید کیلیئے آئینے کو شئ کی عکاسی کیلیئے استعمال کرتے ہیں اس لئے ان کے ذریعے دیکھنا معتبر نہیں ہے۔

اب ہم دوسری قسم ریفریکٹو ٹیلی اسکوپ سے بحث کرتے ہیں۔ ذیل میں مذکور تفصیل سے ہمیں باخوبی علم ہو جائیگا کہ وہ وجہ جس کی وجہ سے فقہاء آئینہ میں دیکھے جانے والے عکس کو معتبر نہیں مانتے وہ اس دوسری قسم کی ٹیلی اسکوپ / دور بین میں بھی موجود ہے:

Refractive Telescope / Binoculars(ریفریکٹو ٹیلی اسکوپ / دور بین (بائینو کیولرز

ریفریکٹو ٹیلی اسکوپ / دور بین کم و بیش ریفلیکٹو ٹیلی اسکوپ / دور بین کی طرح ہی کام کرتی ہیں، البتہ یہ آئینے کو شئ کے عکس کیلیئے استعمال کرنے کے بجائے لینس استعمال کرتی ہیں جس کے ذریعے روشنی کو منحرف کر کے شئ کے نقش کو بڑا کر کے دکھاتی ہیں۔

ذیل میں ریفریکٹو ٹیلی اسکوپ سے متعلق تفصیلات ملاحظہ ہوں:

A refracting telescope works by using its two lenses that are the curved pieces of glass. The first lens refracts light from a distant object by bending it and makes a virtual image of the object closer to your eye than its real position. Thus a refracting telescope has the effect of magnifying an image tricking your eye in considering the object closer than it really is.
Now let's come to the detailed process.

- *First, the light rays come at a parallel from a targeted object and refract on the first lens of the tube. A **real image is formed here**, at the objective lens.*
- *Then the light straightly passes through the tube and goes to the secondary lens or the eyepiece.*
- *The primary or the objective lens works to gather light as much as possible and the eyepiece does the magnification.*

That means when the real image comes into focus, the eyepiece widens or magnifies it into a virtual image so that it can be visible to the retina of your eye

("How Does a Refracting Telescope Work." Scope Tour, 25 Nov. 2020, scopetour.com/telescope/how-does-a-refracting-telescope-work)

ریفریکٹو ٹیلی اسکوپ اپنے دو لینسز جو کہ شیشے کے مڑے ہوئے ٹکڑے ہوتے ہیں ان کی مدد سے کام کرتی ہے۔ پہلا لینس فاصلے پر موجود شئ سے روشنی کو موڑ کر کر آر پار کرتا ہے اور اس شئ کا ایک عکس بہ نسبت اس شئ کی اصل جگہ کے آنکھ سے قریب کرتا ہے۔ اب ہم تفصیلی طریقہ کار کو دیکھتے ہیں:

سب سے پہلے متعین شئ سے دو روشنیاں ایک لائن میں آتی ہیں اور ٹیوب کے پہلے لینس سے آر پار ہوتی ہیں۔ اصل نقش یہاں جو کہ بنیادی لینس ہے، بنتا ہے

اس کے بعد روشنی سیدھی ٹیوب کے ذریعے نکلتی ہے اور ثانوی لینس یا آئی پیس تک پہنچتی ہے۔

دار الافتاء

بنیادی لینس کا کام روشنی کو جمع کرنا ہے جس قدر ممکن ہو اور آئی پیس کا کام روشنی سے بننے والے اس عکس کو بڑا کرنا ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ اصل نقش کو متعین کیا جاتا ہے، پھر آئی پیس اس کو بڑا کرتی ہے تاکہ آنکھوں کا ریٹینا اس کو با آسانی دیکھ سکے۔

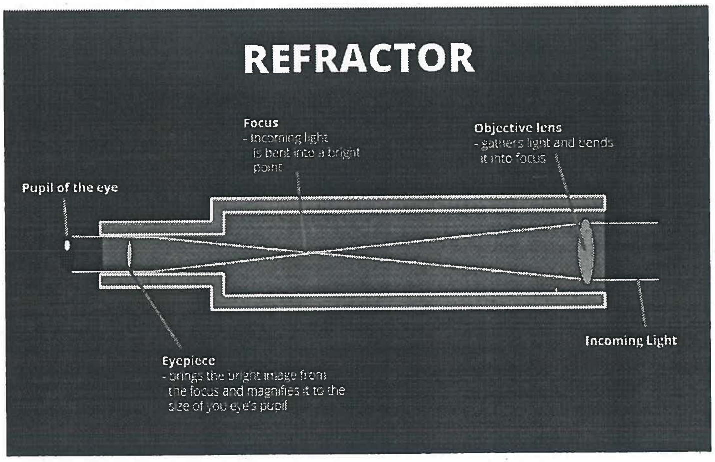

اوپر موجود تصویر سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہم ریفریکٹو ٹیلی اسکوپ استعمال کرتے ہیں تو شئ متعین مثلاً چاند سورج سے روشنی لے کر ہر طرف منعکس کرتا ہے۔ ان روشنیوں کو اخذ کرکے موڑا اور منحرف کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ایک نیا نقش (جیسا کہ پچھلی صورت میں بیان کیا گیا تھا) بنیادی لینس میں بنتا ہے۔ پھر یہ ثانوی لینس کی طرف منتقل ہوتا ہے جو اس نقش کو بڑا کرتا ہے تاکہ اس کو آنکھوں سے با آسانی دیکھا جاسکے۔

ذیل میں ایک اور مضمون سے اقتباس ملاحظہ ہو جس میں اسی نظریہ کو ایک دوسری تصویر کے ذریعے واضح کیا گیا ہے:

"The image in most telescopes is inverted, which is unimportant for observing the stars but a real problem for other applications, such as telescopes on ships or telescopic gun sights. If an upright image is needed, Galileo's arrangement in Figure 1a can be used. But a more common arrangement is to use a third convex lens as an eyepiece, increasing the distance between the first two and inverting the image once again as seen in Figure 2 "

(Lumen Learning. "Telescopes | Physics II." Lumen, courses.lumenlearning.com/austincc-physics2/chapter/26-5-telescopes. Accessed 21 Apr. 2022)

زیادہ تر ٹیلی اسکوپس میں تصویر الٹی ہوتی ہے، جو ستاروں کا مشاہدہ کرنے کے لیے غیر اہم ہے لیکن دیگر امور، جیسے کہ بحری جہازوں پر موجود ٹیلی اسکوپ یا وہ بندوق جس میں ٹیلی اسکوپ بھی ہوتا ہے، ان کیلئے ایک حقیقی مسئلہ ہے۔ اگر ایک سیدھی تصویر کی ضرورت ہو تو گلیلیو کی ترتیب کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن عام طور پر ایک تیسرے محدب لینس کو آئی پیس کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ پہلے دو لینسز کے درمیان فاصلہ بڑھایا جائے اور تصویر کو ایک بار پھر الٹ دیا جائے جیسا کہ درج ذیل تصویر میں دیکھا گیا ہے۔

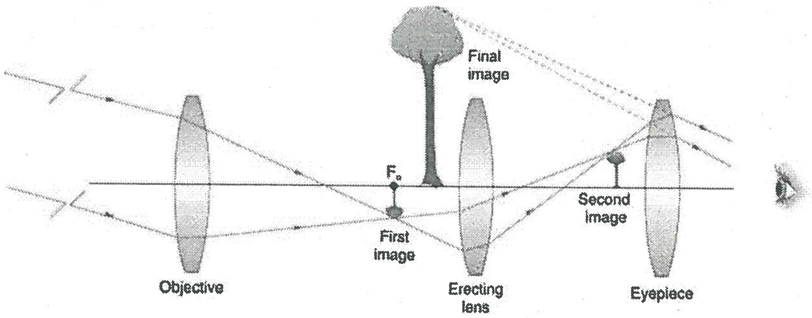

مذکورہ اقتباس اور تصویر سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ ان ٹیلی اسکوپس میں اصلا دو امور سرانجام دیئے جاتے ہیں:

1۔ لینسز کے ذریعے ایک یا زائد نقوش بنتے ہیں

2۔ نقوش پہلے نیچے کی طرف الٹتے ہیں پھر واپس اوپر کی طرف پلٹتے ہیں۔

ذیل میں کچھ مزید تصاویر ملاحظہ ہوں جو میں نے اس طریقہ کار کو مزید آسانی سے سمجھنے کیلئے لی ہیں۔ پہلے میں نے ایک میگنیفائینگ گلاس اپنے لینس کے طور پر لیا پھر اپنے کیمرے کو اس تصویر کے گھمانے اور بڑا کرنے کیلئے استعمال کیا، اس کی مدد سے ان شاء اللہ اوپر دی گئی تصاویر زیادہ اچھے انداز میں سمجھ آجائیں گی

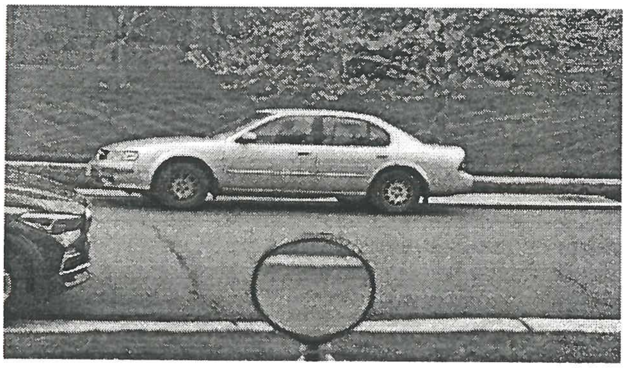

یہ پہلی تصویر کھلی آنکھوں سے لی گئی ایک سادہ سی تصویر ہے، جس میں گاڑی بالکل واضح طور پر اپنی اصل ہیئت میں نظر آرہی ہے۔ ابھی لینس کو گاڑی پر نہیں رکھا گیا

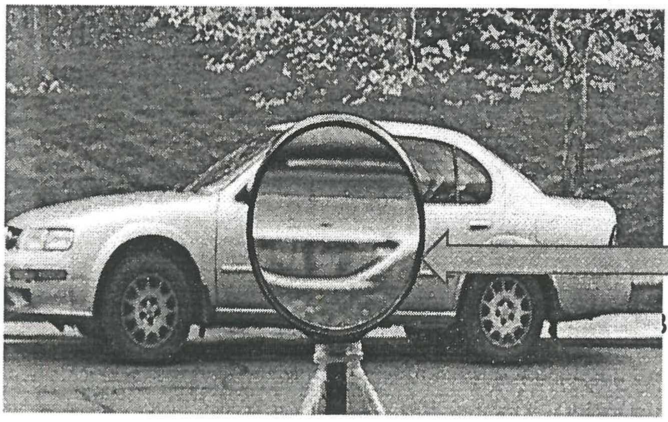

یہ دوسری تصویر اس اصل نقش کی مثال ہے جو لینس کی سطح پر بنتا ہے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ نیا نقش اوپر سے نیچے کی طرف ہے، لینس پر بننے والے اس نقش کو فقہاء انطباع کہتے ہیں۔ یہ پلٹنا ویسا ہی ہے جیسا کہ آئینوں میں ہوتا ہے، فرق صرف یہ ہے کہ یہ اوپر سے نیچے کی طرف ہے اور وہاں دائیں سے بائیں ہوتا ہے۔

دار الافتاء

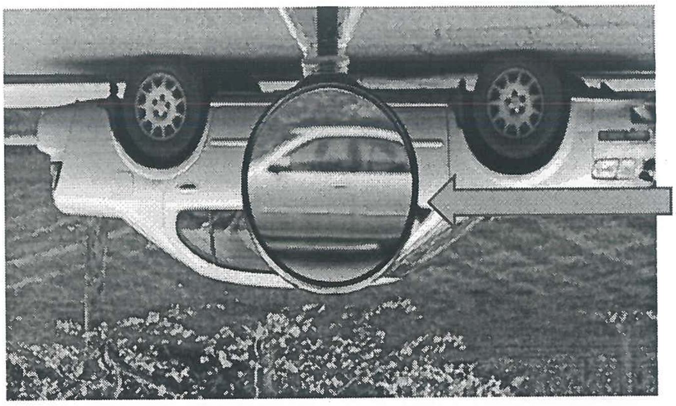

آخر میں یہ نقش تیسرے لینس کی مدد سے اپنی اصل حالت کے مقابلے میں بڑا ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ یہ آخری نقش درحقیقت پچھلے پلٹے ہوئے نقش جس کو پہلے لینس کی مدد سے حاصل کیا گیا تھا اسی کو بڑا کر کے دکھایا جاتا ہے

یہ نیا نقش لینس کے ذریعے نیچے سے اوپر کی جانب ہے۔ نقش کے بڑا کرنے سے قبل کچھ ٹیلی اسکوپ میں یہ مرحلہ بھی ہوتا ہے، جبکہ بعض میں اس مرحلے کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور نقش اوپر سے نیچے کی جانب ہی رہتا ہے۔ اس لئے کہ ماہرین فلکیات کو بہر حال اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ ستاروں کا نقش اوپر سے نیچے کی جانب ہے۔

یہاں تک ہم نے ٹیلی اسکوپ کی مثالیں پیش کی ہیں، اب ہم مختصر ادوربین (بائنیو کولرز) سے بحث کریں۔ ذیل میں ایک مقالے کا ترجمہ ذکر کیا جارہا ہے، جس کا نام ہے BINOCULARS

(www.explainthatstuff.com) اس لنک میں اس مضمون کو انگریزی میں پڑھا جاسکتا ہے

اگر آپ کسی شئی کو کچھ فاصلے سے دیکھنا چاہتے ہیں، تو آپ دو محدب لینسز استعمال کر سکتے ہیں جن میں ایک کو دوسرے کے سامنے رکھا جائے۔ پہلا لینس دور کی شئی سے روشنی کی شعاعوں کو اخذ کریگا اور لینس کے پیچھے تھوڑے فاصلے پر متعین نقش بناتا ہے۔ اس لینس کو شئی کہہ دیا جاتا ہے اسلئے کہ یہ اس شئی کے قریب ہے جسے آپ دیکھ رہے ہیں۔ دوسرا لینس اس نقش کو اٹھاتا ہے اور اسے بڑا کرتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے ایک میگنیفائینگ گلاس کاغذ پر موجود کسی تصویر کو بڑا کر کے دکھاتا ہے۔۔ اسے آئی پیس بھی کہتے ہیں۔ اگر آپ دونوں لینسز کو کسی تنگ ٹیوب میں ڈالتے ہیں تو بس اسی

دار الافتاء

وقت آپ کے پاس ایک دور بین بن جاتی ہے۔ آپ چند میگنیفائینگ گلاسز اور ان کے گرد گتے لپیٹ کر با آسانی اپنی دور بین بنا سکتے ہیں۔ دور بین در حقیقت دو ٹیلی اسکوپس ہیں ہر آنکھ کیلئے ایک۔

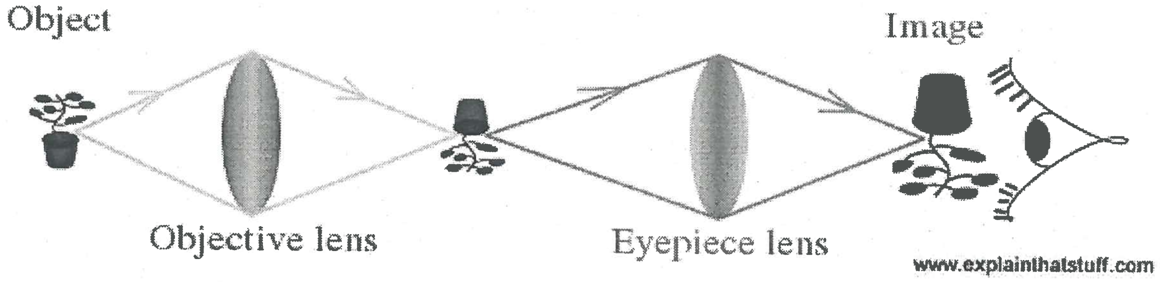

جب کسی دور کی شئے سے روشنی کی شعاعیں محدب لینس سے گزرتی ہیں تو وہ اس کے اوپر سے گزر سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر آپ انہیں میگنفائنگ گلاس سے دیکھتے ہیں تو دور کی چیزیں بعض اوقات الٹی نظر آتی ہیں۔ ثانوی لینس اس مسئلے کو حل نہیں کرتا ہے۔ لہٰذا دور بینوں میں تصویر کو 180 ڈگری تک گھمانے کے لیے ان کے اندر پرزم (شیشے کے بڑے ٹکڑے) کا ایک جوڑا ہوتا ہے۔ ایک پرزم تصویر کو 90 ڈگری پر گھماتا ہے (اسے اپنی طرف پلٹتا ہے)، پھر اگلا پرزم اسے مزید 90 ڈگری پر گھماتا ہے (اسے دوبارہ اپنی طرف پلٹتا ہے)، تو دونوں پرزم اسے مؤثر طریقے سے اوپر سے نیچے کی طرف پلٹتے ہیں۔ پرزموں کو یا تو ایک کے پیچھے ترتیب میں رکھا جاسکتا ہے (جسے روف پرزم کے نام سے جانا جاتا ہے) یا 90 ڈگری پر رکھا جاسکتا ہے (جسے پورو پرزم کے نام سے جانا جاتا ہے)۔

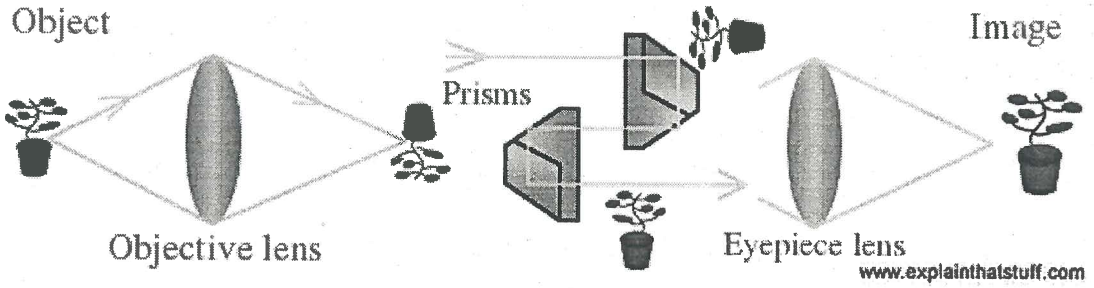

عملی طور پر، دور بین کے ایک جوڑے میں، چار پرزم ہوتے ہیں (ہر "ٹیوب" کے لیے دو)، اور وہ ان دو "ٹیوبوں" کے اندر مضبوطی سے بند ہوتے ہیں جنہیں آپ نیچے دیکھتے ہیں۔ اگر آپ یہ سوچیں کہ وہ ٹیوبیں اس شکل کی کیوں ہیں، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہر ایک کو اپنے اندر دو پرزم رکھنے ہوتے ہیں۔

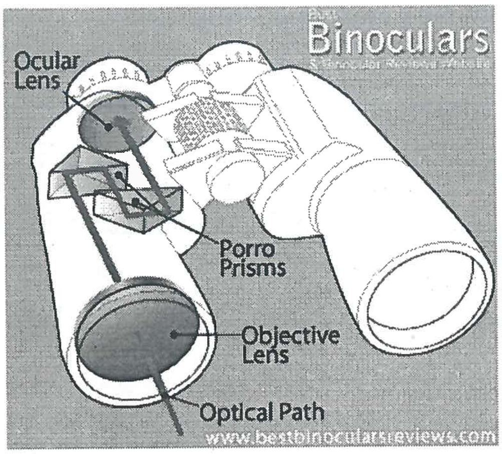

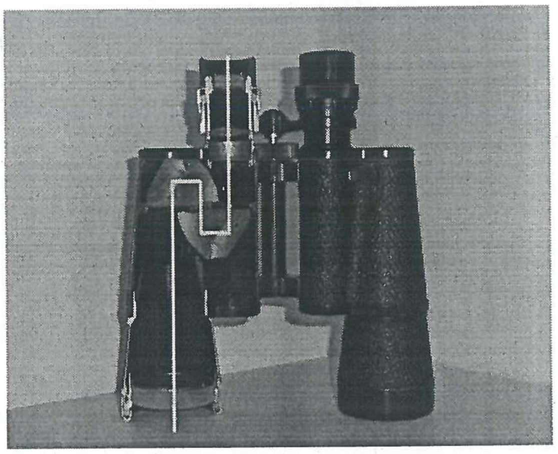

پرزم بائنوکیولر آپٹکس کا وہ حصہ ہیں جو تصویر کو پلٹتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ تصویر پرزم تک پہنچ جائے، وہ اوپر سے نیچے کی طرف الٹ جاتی ہے۔ یہ اسی طرح ہے کہ اگر آپ میگنفائنگ گلاس استعمال کرتے ہیں، تو تصویر کسی خاص مقام پر اوپر سے نیچے کی طرف الٹ جاتی ہے۔

پرزم بنیادی طور پر شیشے کے پیچ کی ساخت کے ٹکڑے ہوتے ہیں اور ہر دوربین میں یہ دو دو ہوتے ہیں۔ نقش پہلے پرزم سے 90 ڈگری تک اچھلتا ہے اور دوسرے پرزم پر عیاں ہوتا ہے جو اس کو مزید درست کرتے ہوئے آئی پیس تک پہنچاتا ہے۔

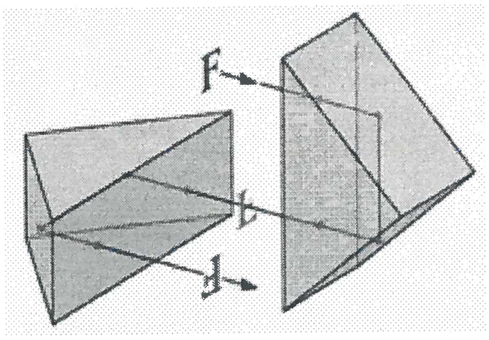

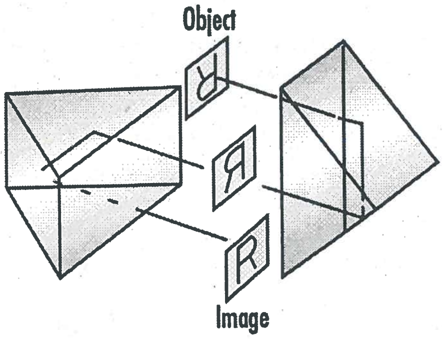

یہاں تک مقالے کا ترجمہ ختم ہوا۔ گذشتہ تفصیلات اور تصاویر سے ہم اس نتیجے تک باآسانی پہنچ سکتے ہیں کہ جو وجہ ہمارے فقہاء نے آئینے سے دیکھنے کے غیر معتبر ہونے کی بیان کی تھی وہی وجہ ٹیلی اسکوپ / دوربین کے لینس سے دیکھنے میں بھی پائی جاتی ہے۔ لینس کی سطح پر ایک نقش بنتا ہے جس کو فقہاء نے مثال کے طبع ہونے سے تعبیر کیا تھا اور نقش کے پلٹنے کو فقہاء نے عکس سے تعبیر کیا تھا۔ آئینے یا پانی کی سطح میں نقش دائیں سے بائیں پلٹتا ہے اور لینس میں اوپر سے نیچے کی طرف پلٹتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ امام محمد رحمہ اللہ سے لے کر علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ کی عبارات کو سامنے رکھا جائے تو واضح طور پر یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ریفریکٹو ٹیلی اسکوپ و دوربین کے ذریعے دیکھنا بھی اسی طرح غیر معتبر ہے جیسا کہ ریفلیکٹو ٹیلی اسکوپ و دوربین سے دیکھنا غیر معتبر ہے۔

اس تفصیل سے یہ نتیجہ باآسانی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اگر ایک آدمی ریفریکٹو یا ریفلیکٹو دوربین سے دیکھ کر کوئی شئی خرید لے تو متقدمین فقہاء کے نزدیک اس دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر ایک آدمی ریفریکٹو یا ریفلیکٹو دوربین سے کسی عورت کا فرج داخل دیکھ لے تو اس دیکھنے کی وجہ سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی قسم کھالے کہ وہ فلاں مخصوص شخص کا چہرہ نہیں دیکھے گا، پھر وہ ریفریکٹو یا ریفلیکٹو دور بین سے اس کا چہرہ دیکھ لے تو حانث نہیں ہوگا۔ اب اسی بات کو آگے بڑھائیں تو اگر کوئی ریفریکٹو یا ریفلیکٹو دوربین سے چاند دیکھ لے تو اس دیکھنے کا بھی اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ اس نے چاند نہیں بلکہ چاند کا عکس دیکھا ہے۔ فقہاء کرام نے اس بات کی صراحت کی ہے رمضان کی ابتدا و انتہا چاند کے دیکھنے سے سے ہوتی ہے جیسا کہ حدیث مبارک میں آیا ہے تو اس میں چاند کا دیکھنا مراد ہے نہ کہ چاند کا عکس و نقش دیکھنا مراد ہے۔

Galilean Telescopes / Binoculars

ان سب باتوں کے علاوہ لینس اور شیشوں کے استعمال سے متعلق کچھ بحث باقی ہے، جو ریفریکٹو دوربینوں اور ٹیلی اسکوپ سے دیکھنے کے غیر معتبر ہونے کی ایک گونہ تائید ہوگا۔ ہم پہلے ہی ایک نقش کے آئی پیس تک پہنچنے کے راستے میں بہت سی الٹ پھیروں کا ذکر کرچکے ہیں جو ہمارے متقدمین فقہاء کے بقول ان کے ذریعے سے ہونے والی رویت کو نظرانداز کرنے کے لئے کافی ہیں۔ تاہم، مزید فقہی عبارات ہیں جو پرزم یا لینسز کے ذریعے کسی الٹ پھیر کے بغیر ہی ان کے ذریعے دیکھنے کے معتبر ہونے کی نفی کرتے ہیں۔ ان عبارات سے آخری قسم کی دوربین یا ٹیلی اسکوپ ـــــ جو زیادہ قدیم ہیں، جنہیں گیلیلین ٹیلیا سکوپ یا پراسپیکٹ گلاسز یا اوپیرا گلاسز کہا جاتا ہے ـــــ سے دیکھنے کا غیر معتبر ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس قسم کی دوربینیں غالباً مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے زمانے میں باآسانی سے دستیاب تھیں۔

ان دوربینوں سے کیسے دیکھا جاتا ہے، اس کیلئے ذیل میں دی گئی تصویر ملاحظہ ہو:

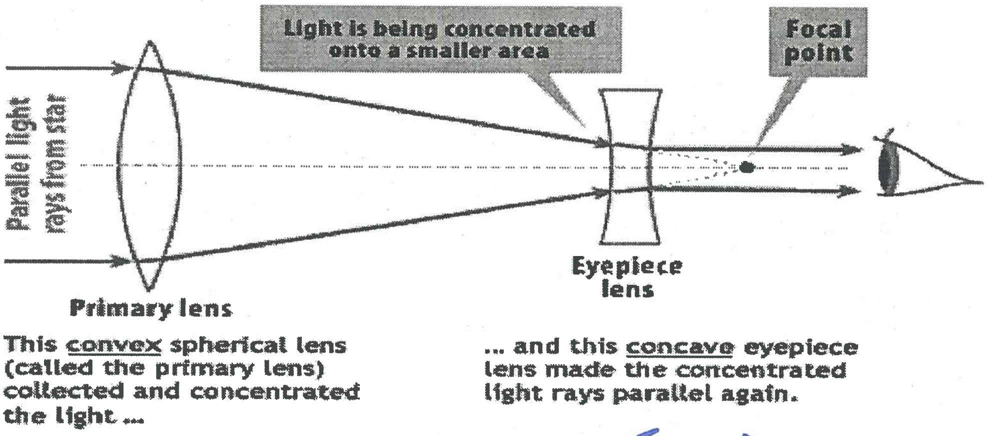

دار الافتاء

ان آپٹیکل آلات میں پرزم یا آئینہ نہیں ہے، ان میں صرف ایک محدب لینس ہے جو ایک بنیادی لینس ہے اور آنکھوں سے بہت دور ہوتا ہے۔ اس لینس کا کام یہ ہے یہ کہ یہ شئ سے نکلنے والی شعاعوں کو جمع کرتا ہے اور ٹیلی اسکوپ کے ذریعے ان شعاعوں کو ثانوی لینس (جو کہ اندر کی طرف منحرف ہیں نہ کہ باہر کی طرف) میں جمع کرتا ہے اور چونکہ یہ ثانوی لینس اندر کی طرف مڑا ہوا ہوتا ہے اس لئے شئ کا نقش پلٹتا نہیں ہے۔

ٹیلی اسکوپ اور دوربین کی یہ قسم نقش کو اسی حالت میں رکھتی ہیں اور پلٹاتی نہیں ہیں۔ البتہ اس قسم کی دوربینوں میں خرابی یہ ہے کہ یہ نقش کو زیادہ بڑا نہیں کرسکتیں اور ایک محدود دائرہ کار کو محیط ہوتی ہیں چنانچہ چاند دیکھنے کیلئے زیادہ مفید نہیں ہیں۔ ٹیلی اسکوپ اور دوربین کی یہ قسم عینک سے سب سے زیادہ قریب ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ ان میں دو لینسز ہوتے ہیں۔ بظاہر معلوم یہ ہوتا ہے کہ حضرت تھانوی علیہ الرحمہ نے اپنے قیاس کی بنیاد اسی دوربین کو رکھا ہوگا۔

ذیل میں ایک مضمون "ٹیلی اسکوپ اور دوربینوں کی تاریخ" سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"Both opera glasses and field glasses have the advantage of being relatively simple optical systems, but suffer from the low magnification and limited field of view inherent to Galilean telescopes."

"Optical performance also improved during the later 1800s as opera glasses were available with triplet objectives and triplet eye lenses for a total of 12 lenses in the pair (although doublets were more common). Larger diameter lenses were also used. This combination resulted in reduced chromatic aberration and wider field of view. The magnification remained limited to about 3X."

(Greivenkamp, John E., and David L. Steed. "The History of Telescopes and Binoculars." Wp.Optics.Arizona.Edu, wp.optics.arizona.edu/jgreivenkamp/wp-content/uploads/sites/11/2017/05/Binoculars-and-Telescopes-OPTI-202.pdf. Accessed 21 Apr. 2022.)

"ترجمہ: اوپرا گلاسز اور فیلڈ گلاسز ہر دو کی مثبت بات یہ ہے کہ ان کا استعمال بہ نسبت دیگر کے آسان ہے لیکن یہ شئ کے نقش کو زیادہ بڑا نہیں کرتے اور بہ نسبت دوسری ٹیلی اسکوپ اور دوربینوں کے محدود دائرہ کو محیط ہوتے ہیں۔

"1800 کی دہائی کے بعد آپٹیکل کارکردگی میں بھی بہتری آئی کیونکہ اوپرا شیشے ٹرپلٹ مقاصد کے ساتھ دستیاب تھے اور ایک جوڑے میں کل 12 لینس کے لیے ٹرپلٹ آئی لینس دستیاب تھے (حالانکہ ڈبلٹ زیادہ عام تھے)۔ بڑے قطر کے لینس بھی استعمال کیے گئے۔ اس امتزاج کے نتیجے میں رنگین خرابی اور نقطہ نظر کے وسیع میدان میں کمی واقع ہوئی۔ نقش کا بڑا ہونا تقریباً تین گنا تک محدود رہا۔"

نیچے دی گئی کی تصویر 1800 کی دہائی کے آخر اور 1900 کی دہائی کے اوائل کی ان دوربینوں کی ایک مثال ہے، جو 1915-1916 میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے فتویٰ کے وقت کے قریب تھی۔

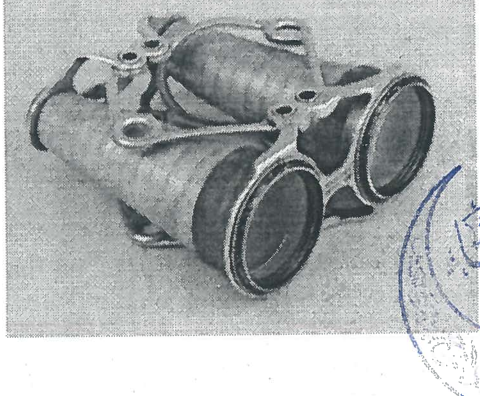

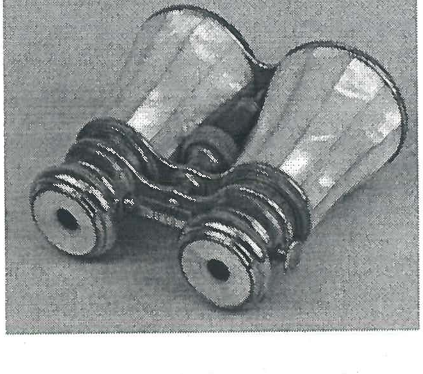

اب سوال یہ ہے کہ آیا ان سادہ دوربینوں سے دیکھنا معتبر ہے یا نہیں؟

جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا تھا کہ رویت ہلال کے ابواب فقہیہ میں صراحۃً ٹیلی اسکوپ، دوربینوں، آئینوں، لینسز یا شیشوں سے دیکھنے کا ذکر نہیں ہے۔ ہمیں دیگر مماثل جزئیات میں بیان کردہ حکم کو یہاں ثابت کرنا پڑتا ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے ایک مشکل مرحلہ شیشے اور شفاف پانی سے دیکھنے کے معتبر ہونے سے متعلق ہے کیونکہ ان دو سے دیکھنے کے متعلق متقدمین فقہاء کی مختلف عبارات ہمیں ملتی ہیں جن پر ابھی گفتگو کرنا باقی ہے۔

شیشے سے دیکھنے سے متعلق نصوص فقہیہ:

پہلے ہم ان عبارات کو ذکر کریں گے جن میں شیشے اور شفاف پانی سے دیکھنے کو معتبر مانا گیا ہے، چنانچہ ایک عبارت گذر چکی ہے جس میں کہا گیا تھا کہ:

"یعنی جب عورت کے فرج داخل کو کوئی آدمی دیکھ لے کسی شیشے سے یا ایسے پانی سے جس میں وہ عورت ہو تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔" (ملا خسرو درر الحکام، جلد:1 ص:330، دار احیاء الکتب العربیہ)

النَّظَرُ مِنْ وَرَاءِ الزُّجَاجِ إلَى الْفَرْجِ مُحَرِّمٌ، بِخِلَافِ النَّظَرِ فِي الْمِرْآةِ. وَلَوْ كَانَتْ فِي الْمَاءِ فَنَظَرَ فِيهِ فَرَأَى فَرْجَهَا فِيهِ ثَبَتَتْ الْحُرْمَةُ، وَلَوْ كَانَتْ عَلَى الشَّطِّ فَنَظَرَ فِي الْمَاءِ فَرَأَى فَرْجَهَا لَا يُحَرِّمُ،

فرج کو شیشے کے پیچھے سے دیکھنے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے بر خلاف آئینے میں دیکھنے کے۔ اور اگر عورت پانی میں ہو اور آدمی اس میں عورت کے فرج کو دیکھ لے تو حرمت ثابت ہو جاتی ہے، اگر عورت نہر کے کنارے ہو اور اس کا فرج پانی میں دیکھ لیا جائے تو حرمت ثابت نہیں ہو گی۔ (امام ابن نجیم المصری البحر الرائق جلد:3، ص:109، دار الکتب السلامیہ)

ابن سماعة عن محمد في رجل حلف لا ينظر إلى فلان فرآه من خلف ستر أو خلف زجاجة يتبين له من خلفها وجهه حنث. وكذلك لو نظر إلى فرج امرأة بشهوة حرمت عليه أمها

ابن سماعہ امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی قسم کھالے کہ وہ فلاں کو نہیں دیکھے گا پھر وہ اس کو پردے کے پیچھے سے یا شیشے کے پیچھے سے دیکھ لے اس طور پر کہ اس کا چہرہ ان چیزوں کے پیچھے سے ظاہر ہو رہا ہو تو وہ حانث ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر عورت کے فرج کو شہوت سے دیکھ لیا جائے تو اس عورت کی ماں حرام ہو جائے گی۔ (فقیہ ابو اللیث السمرقندی، عیون المسائل، جلد:1، ص:170، مطبع اسد)

ذکر کردہ عبارات سے بر خلاف فقہاء نے کچھ ایسی صورتیں بھی ذکر کی ہیں جن میں شیشے کے پیچھے سے دیکھنے کا اعتبار نہیں ہوتا۔

وَلَوْ رَأَى مَا اشْتَرَاهُ مِنْ وَرَاءِ زُجَاجَةٍ أَوْ فِي مِرْآةٍ أَوْ كَانَ الْمَبِيعُ عَلَى شَفَا حَوْضٍ فَرَآهُ فِي الْمَاءِ فَلَيْسَ ذَلِكَ بِرُؤْيَةٍ وَهُوَ عَلَى خِيَارِهِ لِأَنَّهُ لَا يَرَاهُ عَلَى حَقِيقَتِهِ وَهَيْئَتِهِ

اگر آدمی مبیع کو شیشے کے پیچھے سے یا آئینے میں دیکھ لے یا مبیع کسی حوض کے کنارے ہو اور وہ اس کو پانی میں دیکھ لے تو یہ معتبر دیکھنا نہیں کہلائے گا اور وہ اپنے خیار پر برقرار رہے گا اسلئے کہ اس نے مبیع کو اس کی اصل ہیئت میں نہیں دیکھا۔(امام ابو بکر الزبیدی الجوہرۃ النیرۃ، جلد: 1، ص: 195، المکتبۃ الخیریۃ)

(أَوْ رُؤْيَةُ دُهْنٍ فِي زُجَاجٍ) لِوُجُودِ الْحَائِلِ
(قَوْلُهُ: لِوُجُودِ الْحَائِلِ) فَهُوَ لَمْ يَرَ الدُّهْنَ حَقِيقَةً.

یا تیل کو شیشے (کی بوتل) میں دیکھنا معتبر نہیں ہے اسلئے کہ درمیان میں رکاوٹ موجود ہے، درحقیقت اس نے تیل کو دیکھا ہی نہیں ہے۔(علامہ ابن عابدین، شامی، ردالمحتار، جلد: 4، ص: 599، دارالفکر)

درج بالا مختلف اقوال سے شیشے سے دیکھنے کے بارے میں دو رائیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ اب ترجیح الراجح کے حوالے مختلف طریقہ کار ہمارے پاس ہیں جن کی مدد سے ہم ان دو اقوال میں سے مضبوط قول کو ترجیح دے سکتے ہیں۔

امام محمد رحمہ اللہ کے مختلف اقوال میں ترجیح دینے کا پہلا طریقہ کار

زیادہ مضبوط فقہی رائے کو ترجیح دینا

امام محمد رحمہ اللہ سے دو مختلف اقوال ان کے دو الگ الگ طلبہ سے نقل کیے گئے ہیں؛ امام ابن سماعہ اور امام ہشام ابن عبید اللہ۔ امام محمد کے یہ دو متضاد اقوال ہمارے فقہاء کی طرف سے درج ذیل عبارات میں نقل کیے گئے ہیں:

وإذا اشترى دهناً في قارورة فنظر إلى القارورة ولم يصب على راحته يعني كفه أو على أصبعه منه شيئاً فهذا ليس برؤية عند أبي حنيفة، وعن محمد فيه روايتان.

اور جب آدمی بوتل میں موجود تیل خریدے اور بوتل کے باہر سے دیکھے لیکن اپنے ہاتھ میں انڈیل کر نہ دیکھے اور نہ ہی انگلی پر لگا کر دیکھے؛ تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ رویت نہیں ہے اور امام محمد سے اس بابت دو روایتیں منقول ہیں۔(امام برہان الدین البخاری، المحیط البرہانی، جلد: 6 ص: 540، دار الکتب العلمیہ)

وَلَوْ اشْتَرَى دُهْنًا فِي زُجَاجَةٍ فَرُؤْيَتُهُ مِنْ خَارِجِ الزُّجَاجَةِ لَا تَكْفِي حَتَّى يَصُبَّهُ فِي كَفِّهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَرَ الدُّهْنَ حَقِيقَةً لِوُجُودِ الْحَائِلِ. وَعَنْ مُحَمَّدٍ: يَكْفِي؛ لِأَنَّ الزُّجَاجَ لَا يُخْفِي صُورَةَ الدُّهْنِ، وَرَوَى هِشَامٌ أَنَّ قَوْلَ مُحَمَّدٍ مُوَافِقٌ لِقَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ.

اور اگر شیشے میں موجود تیل خریدے، تو اس کا شیشے کے باہر سے دیکھنا کافی نہیں ہو گا یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ میں انڈیل کر دیکھ نہ لے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک؛ اسلئے کہ اس نے تیل کو حقیقت میں دیکھا ہی نہیں ہے درمیان میں رکاوٹ کی وجہ سے۔ اور امام محمد سے روایت ہے کہ یہ کافی

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

ہے؛اسلئے شیشہ تیل کی اصل صورت نہیں چھپاسکتا،اورہشام رحمہ اللہ نے روایت کیاہے کہ امام محمد کا قول امام ابوحنیفہ کے موافق ہے۔(علامہ ابن الھمام، فتح القدیر، جلد:6، ص:345، دار الفکر)

وَلَوْ رَأَى دُهْنًا فِي قَارُورَةٍ مِنْ خَارِجِهَا لَا يَبْطُلُ خِيَارُهُ فِي الْمَرْوِيِّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يَبْطُلُ (قَوْلُهُ فِي الْمَرْوِيِّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ) أَيْ حَتَّى يَصُبَّهُ فِي كَفِّهِ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَرَ الدُّهْنَ حَقِيقَةً لِوُجُودِ الْحَائِلِ. اهـ. فَتْحٌ. (قَوْلُهُ: وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يَبْطُلُ) أَيْ؛ لِأَنَّ الزُّجَاجَ لَا يُخْفِي صُورَةَ الدُّهْنِ وَرَوَى هِشَامٌ أَنَّ قَوْلَ مُحَمَّدٍ مُوَافِقٌ لِقَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ. اهـ. فَتْحٌ.

اور اگر بوتل میں موجود تیل کو وہ باہر سے دیکھ لے تو اس کا خیار باطل نہیں ہو گا امام ابوحنیفہ وامام محمد کے نزدیک،اور امام محمد سے ایک روایت ہے کہ خیار باطل ہو جائے گا۔طرفین کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ اپنے ہاتھ میں ڈال کر دیکھ نہ لے؛کیونکہ اس نے تیل کو حقیقۃ دیکھا ہی نہیں ہے درمیان میں رکاوٹ کے ہونے کی وجہ سے۔امام محمد سے خیار کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شیشہ تیل کی صورت کو چھپا نہیں سکتا۔اور ہشام رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ امام محمد کا قول امام ابوحنیفہ کے قول کے موافق ہے۔(امام فخر الدین الزیلعی، تبیین الحقائق، جلد: 4، ص:28، المکتبہ الکبری الامیریہ)

الحسن عن أبي حنيفة في رجل اشترى دهناً في قارورة فنظر إليه في القارورة ولم يصب على راحته ولا على إصبعه منه شيئاً فليس برؤية. وهكذا روى هشام عن محمد ذلك. وروى ابن سماعة عن محمد أنه قَالَ: إذا رآه في قارورة لم يكن له خيار.

امام حسن امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں اس آدمی کے بارے میں جو کسی بوتل میں موجود تیل خریدے اور اس کو بوتل میں ہی دیکھے اور اس کو اپنی ہتھیلی پر نہ ڈالے اور نہ اپنی انگلی میں اس تیل میں سے کچھ لے تو یہ دیکھنا معتبر نہیں ہو گا۔اور اسی طرح امام ہشام نے امام محمد سے روایت کیا ہے۔ ابن سماعہ امام محمد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا جب آدمی بوتل میں دیکھ لے تو اس کو خیار حاصل نہیں ہو گا۔(فقیہ ابواللیث السمرقندی، عیون المسائل، جلد:1، ص:147، مکتبہ اسد)

ابن سماعہ وہی ہیں جنھوں نے امام محمد رحمہ اللہ کے حوالے سے دو مسائل کا تذکرہ فرمایا تھا جیسا کہ پیچھے ذکر کیا گیا ہے یعنی کسی شخص کے چہرے کو نہ دیکھنے کی قسم کھانا اور عورت کے فرج داخل کو شیشے کے پیچھے سے دیکھنا۔وہ مسائل تو براہ راست متعلق تھے۔اگر ہم امام محمد رحمہ اللہ کے شاگرد ھشام ابن عبید اللہ سے بیان کردہ روایت کو لیں جو کہ شیشے کی بوتل میں موجود تیل دیکھنے سے متعلق تھی کہ وہ دیکھنا معتبر نہیں ہے تو اس پر قیاس کرتے ہوئے با آسانی کہا جاسکتا ہے یہ ہی حکم آدمی کے چہرے کو دیکھنے اور عورت کے فرج داخل کو دیکھنے سے متعلق بھی ہو گا یعنی شیشے کے پیچھے سے دیکھنا معتبر نہیں ہے۔

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

چنانچہ اگر ان مختلف اقوال میں ترجیح کا طریقہ یہ اختیا کیا جائے کہ جو رائے فقہی اعتبار سے مضبوط ہو اس کو ترجیح دینا لازم ہے تو ظاہر بات ہے کہ امام محمد کی اس رائے کی ترجیح بنتی ہے جو نہ صرف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق ہے بلکہ شوافع کی رائے کے بھی مطابق ہے جیسا کہ ذیل میں موجود نص میں مذکور ہے:

إذا اشترى دهنا في زجاج فنظر إلى الزجاج لا يكفي ذلك حتى يصبه على الكف عند أبي حنيفة – رَحِمَهُ اللَّهُ -، وبه قال أصحاب الشافعي – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -، وعن محمد – رَحِمَهُ اللَّهُ – أنه يكفي؛ لأن الزجاج لا يخفي صورة الدهن.

جب آدمی شیشے میں موجود تیل خریدے اور اور شیشے کے باہر سے تیل کو دیکھے تو یہ کافی نہیں ہے یہاں تک کہ اپنے ہاتھ میں ڈال کر دیکھ لے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔۔۔۔اور یہ شافعیہ کے نزدیک ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک کافی ہے کیونکہ شیشہ تیل کی صورت کو نہیں چھپا سکتا۔(امام بدر الدین العینی، البنایہ شرح الھدایہ، جلد:8، ص:92، دار الکتب العلمیہ)

امام محمد سے منسوب ایک قول کو ان کے دوسرے قول پر ترجیح دینے کا یہ طریقہ کار اصول افتاء کی کتب میں موجود ہے، ملاحظہ ہو:

إذا اتفق أبو حنيفة وصاحباه على جواب لم يجز العدول عنه إلا لضرورة، وكذا إذا وافقه أحدهما.

"جب ابو حنیفہ اور ان کے صاحبین کسی مسئلے پر متفق ہو جائیں تو اس سے ہٹنا جائز نہیں ہے الا کوئی شرعی ضرورت ہو۔ اسی طرح جب صاحبین میں سے ایک حضرت کے ساتھ اتفاق کر لیں۔(علامہ ابن عابدین، شرح عقود رسم المفتی، ص:76، مکتبہ دار العلوم کراچی)

وقد علم من هذا أنه لا خلاف في الأخذ بقول الإمام إذا وافقه أحدهما، ولذا قال الإمام قاضي خان : وإن كانت المسئلة مختلفا فيها بين أصحابنا، فإن كان مع أبي حنيفة أحد صاحبيه، يأخذ بقولهما، أي بقول الإمام ومن وافقه

اور یہ بات معلوم ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب صاحبین میں سے کوئی امام صاحب کے ساتھ اتفاق کر لے تو اس قول کو ہی لیا جائے گا۔ اسی وجہ سے امام قاضی خان فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسئلہ فقہاء احناف کے درمیان مختلف فیہ ہو تو اگر امام ابو حنیفہ کے ساتھ ان کا کوئی شاگرد ہو تو امام صاحب اور جو شاگرد ان کے ساتھ متفق ہو ان کے قول کو لیا جائے گا۔(ایضاص:77)

زیر بحث مسئلے میں امام محمد رحمہ اللہ سے شیشے سے دیکھنے کے معتبر نہ ہونے والا قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی رائے کے ساتھ متفق ہے، جبکہ معتبر ہونے والے قول انفرادی ہے۔ لہذا اگر ہم مذکورہ بالا اصل پر عمل کریں گے تو یہ بات واضح ہے کہ شیشے سے دیکھنے کے معتبر نہ ہونے والا قول ہی مضبوط اور راجح ہے۔

دار الافتاء
جامعہ دار العلوم کراچی

امام محمد کے مختلف اقوال میں ترجیح دینے کا دوسرا طریقہ کار

محتاط قول پر عمل کرنا

فقہی اعتبار سے مضبوط رائے کو ترجیح دینے کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں اقوال پر عمل کیا جائے لیکن ہر دو میں احتیاط والا پہلو پیش نظر رکھا جائے۔

عورت کے فرج کو پانی یا شیشے سے دیکھنے کے متعلق احتیاط یہ ہے کہ اس دیکھنے کے معتبر ہونے کا فتوی دیا جائے تا کہ آدمی کسی ایسی عورت سے شادی نہ کرلے جو اس پر حرام ہو گئی ہو۔ کیونکہ اس مسئلے میں دیکھنے کے معتبر ہونے کی وجہ سے اس عورت کی ماں حرام ہو گی اور دیکھنے کے معتبر نہ ہو کی وجہ سے وہ حلال ہو گی۔ تو ایسی صورت میں جب کہ دونوں طرف دلائل بھی ہوں تو فقہاء احتیاطاً حرمت کو ترجیح دیتے ہیں اور یہ اسی صورت ہو گا جب دیکھنے کو معتبر مانا جائے۔

"اَلْقَاعِدَةُ الثَّانِيَةُ: إِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ غَلَبَ الْحَرَامُ وَبِمَعْنَاهَا: مَا اجْتَمَعَ مُحَرِّمٌ وَمُبِيحٌ إِلَّا غَلَبَ الْمُحَرِّمُ"
دوسرا قاعدہ: جب حرام اور حلال جمع ہو جائیں تو حرام یا جو اس کے معنی میں ہو وہ راجح ہو گا: حرام کرنے کا سبب اور مباح کرنے کا سبب جمع ہو جائیں تو حرام کرنے سبب راجح ہو گا۔" (امام ابن نجیم المصری، الاشباہ والنظائر ص:93، دار الکتب العلمیہ)

دوسری طرف خیار رویت کے حوالے سے جو حدیث ذکر کی گئی تھی اس میں آدمی کو ایک حق دیا گیا تھا کہ اگر اس نے شئی کو نہیں دیکھا تو وہ اس شئی کو واپس کر سکتا ہے۔ اب اگر اس نے براہ راست شئی کو نہیں دیکھا بلکہ درمیان میں شیشہ تھا اور اس نے اس شیشے کے پیچھے سے دیکھا تو اب ایک اشتباہ ہو گیا کہ آیا اس نے حقیقۃ دیکھا یا نہیں۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو شیشہ ایک معتبر رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے یہ وہ دیکھنا نہیں ہو گا جس کو حدیث میں معتبر مانا گیا ہے۔ لہذا اس مسئلے میں احتیاط یہ ہے کہ چونکہ یہاں دیکھنے میں شک آگیا اسلئے شیشے سے دیکھنے کی وجہ سے اس حق کو ختم نہ کیا جائے جو کہ شریعت نے خریدار کیلئے ثابت کیا ہے۔ چنانچہ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے:

الیقین لایزول بالشک، اسی طرح الیقین لایزول الا بالیقین

یہاں اس کا بیع کو فسخ کرنے کا حق یقینی ہے اور اس حق کے ختم ہونے طریقہ بھی یقینی ہے یعنی کھلی آنکھوں سے دیکھنا۔ چنانچہ یہ حق ایک مشتبہ رویت یعنی شیشے کے پیچھے سے دیکھنے نہیں ختم ہو گا۔

ہمارے بعض فقہاء نے اپنی کتب میں یہ طریقہ اختیار کیا ہے کیونکہ یہ ترجیح الراجح کا ایک محتاط و محفوظ طریقہ ہے۔ جب ہم اس طریقہ کار کو شیشے کے پیچھے سے چاند دیکھنے کیلئے اختیار کرتے ہیں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس طرح چاند دیکھنا معتبر نہیں ہو گا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے:

دار الافتاء
جامعہ دار العلوم کراچی

روزے رکھنا شروع نہ کرو جب تک کہ چاند دیکھ نہ لو اور روزے رکھنا ختم نہ کرو جب تک کہ چاند دیکھ نہ لو۔ اگر چاند بادلوں سے نظر نہ آئے تو (مہینے کی) گنتی پوری پوری کرو۔

ذکر کردہ حدیث سے ہمیں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اصل یہ ہے کہ مہینہ پورا کیا جائے اور روزے رکھنا شروع نہ کیا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ ہم شعبان کا مہینہ شروع کر چکے ہیں تو یہ بات تو یقینی ہے کہ ہم شعبان کے ماہ میں ہیں تو اب جب تک ہم کھلی آنکھوں چاند دیکھ نہیں لیتے رمضان شروع نہیں کر سکتے۔ آنکھوں سے براہ راست دیکھنا ایک متفقہ چیز ہے چنانچہ اس سے بھی یقین حاصل ہو جائیگا۔ لیکن شیشے کے پیچھے سے دیکھنا نہ صرف غیر یقینی ہے بلکہ اس میں فقہاء کا اختلاف بھی ہے تو آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم شعبان کے ماہ کو جو کہ یقینی ہے ایک غیر یقینی و مختلف فیہ رویت کی وجہ سے ختم کر دیں جبکہ قاعدہ ہے کہ الیقین لا یزول بالشک۔ چنانچہ یہاں احتیاط یہ ہے کہ شیشے سے دیکھنے کو معتبر نہ سمجھا جائے۔

امام محمد کے مختلف اقوال میں ترجیح دینے کا تیسرا طریقہ کار

شیشے یا پانی سے حاصل ہونے والے نقش کا تبدیل ہو جانا

اگر ہم اس مسئلے کو فقہیہ اعتبار سے حل نہ کریں تو ایک آخری طریقہ ہمارے پاس ان اقوال کی عملی وضاحت کا ہے۔ تفصیل میں جانے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان فقہاء کی نصوص بیان کر دیں جنھوں نے اس طریقہ کار کو اختیار کیا ہے۔

وَلَو اشْترى دهن سمسم فِي قَارُورَة فَرَأى من خَارج القارورة الدّهن فِي القارورة روى ابْن سَمَّاعَة عَن مُحَمَّد أنه قَالَ يَكْفِي وَيسْقط خِيَاره لِأَن رُؤْيَته من الْخَارِج تعرفه حَالَة الدّهن فَكَأَنَّهُ رَآهُ خَارج القارورة فِي قَصْعَة وَنَحْوهَا ثمَّ اشْتَرَاهُ وَرُوِيَ عَن مُحَمَّد فِي رِوَايَة أُخْرَى أنه لَا يبطل مَا لم ينظر إِلَى الدّهن بَعْدَمَا يخرج من القارورة لِأَن لون الدّهن مِمَّا يتَغَيَّر بلون القارورة

اگر کوئی شخص کسی بوتل میں موجود تل کا تیل خریدے اور اس کو بوتل کے باہر سے ہی دیکھ لے ابن سماعۃ امام محمد سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دیکھ لینا کافی ہے اور اس کا خیار ساقط ہو جائیگا اسلئے کہ اس کا باہر سے دیکھ لینا اس کو تیل کی پہچان کروا دیگا گویا کہ یہ ایسا ہی ہے کہ اس نے برتن میں موجود تیل کو بوتل کے پیچھے سے دیکھ لیا پھر اس کو خریدا، اور امام محمد سے دوسری روایت میں مروی ہے کہ جب تک وہ بوتل سے باہر نکال کر تیل کو دیکھ نہیں لیتا اس وقت تک اس کا خیار باطل نہیں ہوگا؛ اسلئے کہ تیل کا رنگ بوتل کے رنگ سے تبدیل ہو جاتا ہے۔ (امام علاء الدین السمرقندی، تحفۃ الفقہاء جلد:2، ص:88، دار الکتب العلمیہ)

وَلَوْ اشْتَرَى دُهْنًا فِي قَارُورَةٍ فَرَأَى خَارِجَ الْقَارُورَةِ فَعَنْ مُحَمَّدٍ رِوَايَتَانِ: رَوَى ابْنُ سِمَاعَةَ عَنْهُ أَنَّهُ لَا خِيَارَ لَهُ؛ لِأَنَّ الرُّؤْيَةَ مِنْ الْخَارِجِ تُقَيِّدُ الْعِلْمَ بِالدَّاخِلِ، فَكَأَنَّهُ رَآهُ وَهُوَ خَارِجٌ . وَرُوِيَ عَنْهُ أَنَّ لَهُ الْخِيَارَ؛ لِأَنَّ الْعِلْمَ بِمَا فِي دَاخِلِ الْقَارُورَةِ لَا يَحْصُلُ بِالرُّؤْيَةِ مِنْ خَارِجِ الْقَارُورَةِ؛ لِأَنَّ مَا فِي الدَّاخِلِ يَتَلَوَّنُ بِلَوْنِ الْقَارُورَةِ فَلَا يَحْصُلُ الْمَقْصُودُ مِنْ هَذِهِ الرُّؤْيَةِ

اور اگر کوئی بوتل میں موجود تیل کو خریدے اور اس تیل کو بوتل کے باہر ہی سے دیکھ لے تو امام محمد سے دو روایتیں مروی ہیں: ابن سماعہ سے روایت ہے کہ مشتری کو خیار نہیں ہوگا: اسلئے کہ باہر سے دیکھ لینا اندر موجود شئی کے علم کے ساتھ مقید ہے گویا کہ اس نے تیل کو باہر نکلا ہوا دیکھ لیا۔ اور امام محمد سے ایک روایت میں مروی ہے کہ اس کو خیار حاصل ہوگا؛ اسلئے کہ بوتل کے اندر موجود شئی کا علم بوتل کے باہر ہی سے دکھ لینے سے حاصل نہیں ہوتا؛ اسلئے کہ اندر موجود شئی بوتل کے رنگ کے میں نظر آتی ہے چنانچہ اس دیکھنے سے مقصد حاصل نہیں ہوگا۔ (امام علاو الدین الکاسانی، بدائع الصنائع، جلد:5، ص:295، دار الکتب العلمیہ)

(قَوْلُهُ: وَلَوْ رَأَى دُهْنًا فِي قَارُورَةٍ مِنْ خَارِجِهَا لَا يَبْطُلُ خِيَارُهُ) أَيْ؛ لِأَنَّ لَوْنَ الدُّهْنِ مِمَّا يَتَغَيَّرُ بِلَوْنِ الْقَارُورَةِ.

اگر وہ بوتل میں موجود تیل باہر سے دیکھ لے تو اس کا خیار باطل نہیں ہوگا؛ اسلئے کہ تیل کا رنگ بوتل کے رنگ کی وجہ سے تبدیل ہوتا دکھائی دیتا ہے (امام فخر الدین الزیلعی، تبیین الحقائق، جلد:4، ص:2، المکتبۃ الکبری الامیریہ)

ذکر کردہ نصوص فقہیہ میں صاحب بدائع الصنائع اور صاحب تبیین الحقائق نے دونوں مختلف اقوال کی وجہ بھی ذکر کی ہے۔ پہلے قول کی وجہ یہ ذکر کی ہے کہ شیشے کے باہر سے دیکھ لینا در حقیقت تیل کو اس کی اصل حالت مین ہی دیکھ لینا ہے لہذا یہ دیکھنا معتبر ہوگا، چنانچہ اس کا خیار رویت باطل ہو جائیگا۔ دوسرے قول کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ شیشے کی بوتل مین موجود تیل بوتل کی رنگت مین دکھائی دیتا ہے لہذا اس دیکھنے کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ اس نے تیل کو اس کی اصل حالت میں دیکھا ہی نہیں چنانچہ اس کو خیار رویت بہر حال حاصل ہوگا۔

ہم پہلے یہ بات ذکر کر چکے ہیں کہ بحیثیت فتوی امام محمد رحمہ اللہ کا وہ قول راجح ہے جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے رائے سے متفق ہے یعنی شیشے کے پیچھے سے دیکھنا معتبر نہیں ہوگا۔

اوپر موجود عبارت میں راجح اور مرجوح کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ صرف دونوں اقوال کی وجہ بیان کرنا مقصود ہے۔ ان نصوص سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر شیشے کی وجہ سے شئی میں کوئی واضح تبدیلی رونما ہوگی تو یہ دیکھنا معتبر نہیں ہوگا۔ ایک تبدیلی رنگت میں فرق آنا ہے جبکہ فقہاء نے تبدیلی کی ایک اور صورت بیان کی ہے اور وہ ہے شئی کا بڑا نظر آنا۔

ذیل میں کچھ عبارات ملاحظہ ہوں جن میں شئی کے بڑا ہونے کو بھی تبدیلی میں شمار کیا گیا ہے:

وَلَوْ اشْتَرَى سَمَكًا فِي مَاءٍ يُمْكِنُ أَخْذُهُ مِنْ غَيْرِ اصْطِيَادٍ فَرَآهُ فِي الْمَاءِ قَالَ بَعْضُهُمْ يَسْقُطُ خِيَارُهُ لِأَنَّهُ رَأَى عَيْنَ الْمَبِيعِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا يَسْقُطُ وَهُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّ الْمَبِيعَ لَا يُرَى فِي الْمَاءِ عَلَى حَالِهِ بَلْ يُرَى أَكْبَرَ مِمَّا كَانَ فَهَذِهِ الرُّؤْيَةُ لَا تُعَرِّفُ الْمَبِيعَ

ذیل میں کچھ عبارات ملاحظہ ہوں جن میں شئی کے بڑا ہونے کو بھی تبدیلی میں شمار کیا گیا ہے:

اگر کوئی آدمی پانی میں موجود ایسی مچھلی خریدے جس کو بغیر شکار کے پکڑنا ممکن ہو اور وہ اس کو پانی میں ہی دیکھے تو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس دیکھنے سے اس کا خیار ساقط ہو جائیگا؛ اسلئے کہ عین مبیع کو دیکھا ہے، جبکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ خیار ساقط نہیں ہو گا اور یہ ہی قول صحیح ہے؛ اسلئے کہ پانی میں موجود شئی کو اس کی اصل حالت میں نہیں دیکھا جاسکتا، بلکہ وہ شئی اپنی اصل حالت سے بڑھ کر نظر آتی ہے تو ایسی رویت سے اس شئی کی اصل حالت سے واقفیت نہیں ہو سکتی۔ (امام علاوالدین السمرقندی، تحفۃ الفقہاء، جلد:2، ص:،88 دار الکتب العلمیہ)

وَلَوْ اشْتَرَى سَمَكًا فِي الْمَاءِ يُمْكِنُ أَخْذُهُ مِنْ غَيْرِ اصْطِيَادٍ فَرَآهُ فِي الْمَاءِ، قَالَ بَعْضُهُمْ يَسْقُطُ خِيَارُهُ؛ لِأَنَّهُ رَأَى عَيْنَ الْمَبِيعِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا يَسْقُطُ وَهُوَ الصَّحِيحُ؛ لِأَنَّ الْمَبِيعَ لَا يُرَى فِي الْمَاءِ عَلَى حَالِهِ بَلْ يُرَى أَكْبَرَ مِمَّا هُوَ، فَهَذِهِ الرُّؤْيَةُ لَا تُعَرِّفُ الْمَبِيعَ. (علامہ ابن ہمام، فتح القدیر، جلد:6، ص:345، دار الفکر)

وَلَوْ اشْتَرَى سَمَكًا فِي مَاءٍ يُمْكِنُ أَخْذُهُ مِنْ غَيْرِ اصْطِيَادٍ فَرَآهُ فِي الْمَاءِ قَالَ بَعْضُهُمْ يَسْقُطُ خِيَارُهُ لِأَنَّهُ رَأَى عَيْنَ الْمَبِيعِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا يَسْقُطُ وَهُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّ الْمَبِيعَ لَا يُرَى فِي الْمَاءِ عَلَى حَالِهِ بَلْ يُرَى أَكْبَرَ مِمَّا كَانَ فَهَذِهِ الرُّؤْيَةُ لَا تُعَرِّفُ الْمَبِيعَ [2] (امام ابن نجیم المصری، البحر الرائق، دار الکتب السلامی)

ان عبارات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جس طرح تیل کو بوتل میں دیکھنے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے اسی طرح پانی میں مچھلی دیکھنے کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ جس طرح وہاں بعض حضرات کا یہ کہنا تھا کہ چونکہ اس نے بوتل میں موجود تیل کو اس کی اصل حالت میں ہی دیکھا ہے اسلئے یہ رویت معتبر ہے اور اس کو خیار حاصل نہیں ہو گا، اسی طرح یہاں بھی بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ پانی چونکہ صاف شفاف ہے اسلئے اس نے پانی میں موجود مچھلی کو درحقیقت اس کی اصل حالت میں ہی دیکھا ہے لہٰذا اس کو خیار حاصل نہیں ہو گا۔

دوسری طرف جس طرح وہاں فقہاء کی ایک بڑی جماعت کا کہنا یہ تھا کہ بوتل میں موجود تیل اپنی اصل حالت میں نظر نہیں آتا اور اس کی رنگت بدلی ہوئی دکھائی دیتی ہے اس لئے اس کو خیار حاصل ہو گا اسی طرح یہاں بھی ایک بڑی جماعت کا کہنا یہ ہے کہ پانی میں موجود مچھلی اپنی اصل حالت سے بڑی دکھائی دیتی ہے اسلئے اس کو خیار حاصل ہو گا۔ بات یہ ہے کہ پانی اور لینس ایک ہی طرح کام کرتے ہیں یعنی دونوں شئی سے آنے والی شعاعوں کو تبدیل کرتے ہیں اور نقش کو بڑا کر دیتے ہیں اسلئے یہ دیکھنا معتبر نہیں ہے۔

بحث کا حاصل یہ نکلا کہ چونکہ لینس سے بھی نقش اسی طرح تبدیل ہوتا ہے جس طرح پانی سے لہٰذا جن جن چیزوں میں یہ لینس ہوتا ہے ان سب کا وہی حکم ہو گا کہ رویت معتبر نہیں ہے لہٰذا دوربین، ٹیلی اسکوپ اور عینک سب کا یہ ہی حکم ہو گا۔ البتہ عینک کے بارے میں کچھ مزید بات ہم آگے کریں گے۔

پہلے ہم کچھ واضح امثلہ سے یہ ثابت کرنا چاہیں گے کہ پانی اور لینس سے دیکھنے کی وجہ سے کس طرح واضح تبدیلی رونما ہوتی ہے

دار الافتاء

یل میں دو تصاویر لی گئی ہیں جن میں ایک گول پانی کا گلاس لیا ہے اور اس کے پیچھے ایک کاغذ کا ٹکڑا رکھا ہے جس پر اللہ کا نام لکھا ہوا ہے اور ایک تیر دائیں سے بائیں جانب کو بنا ہوا ہے۔ جب اس کاغذ کے ٹکڑے کو گلاس کے پیچھے رکھا تو اس میں واضح تبدیلی رونما ہوئی۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ایک تو لفظِ اللہ برعکس ہو گیا دوسرا تیر بائیں سے دائیں جانب کو گھوم گیا۔ یہ ہی وہ نقش کا الٹنا ہے جس کو فقہاء نے آئینے کی صورت میں بیان کیا تھا۔ اب آپ فرض کریں کہ ایک آدمی قسم کھاتا ہے کہ وہ اللہ کا نام نہیں دیکھے گا اور وہ اس منعکس نقش کو دیکھ لیتا ہے تو واضح سی بات ہے کہ اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ اس نے اللہ کا لفظ نہیں بلکہ اس نے اس لفظ کا الٹ دیکھا ہے۔ ملاحظہ ہو:

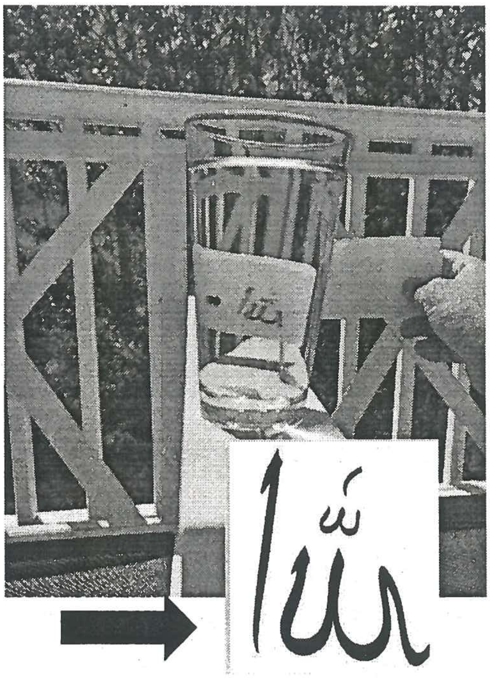

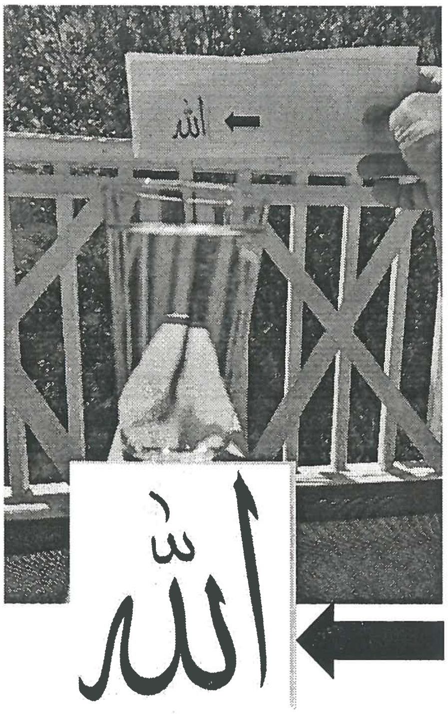

بعض اوقات یہ ریفریکشن اور بھی سنگین ہو جاتی ہے ملاحظہ ہو دو مزید تصاویر:

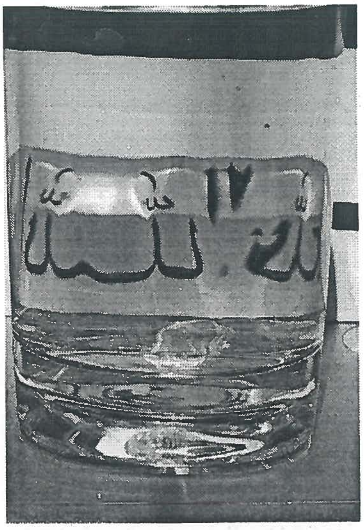

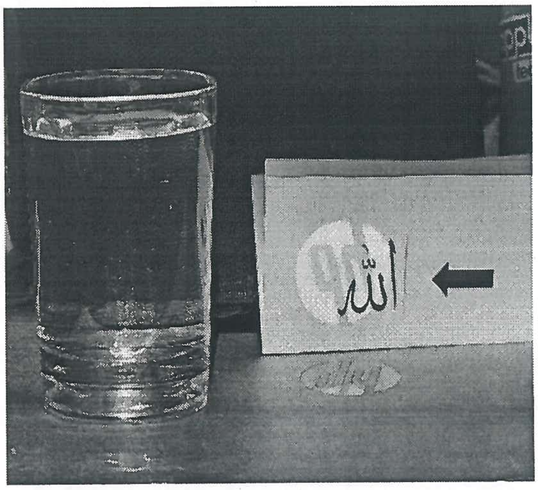

ان تصویر میں وہی اللہ کے نام کا کاغذ لیا گیا ہے اور اسی طرح دائیں سے بائیں جانب تیر کا نشان ہے البتہ پانی کا گلاس گول نہیں ہے بلکہ چوکور ہے اور کنارے سے گولائی ہے جس کی وجہ سے ایک نیا نقش نظر آرہا ہے۔

یہ تو اس وقت تھا جب کاغذ کے ٹکڑے کو گلاس کے پیچھے رکھا، اگر اس کو گلاس کے اند ڈال دیں تو کیا نقش بنتا ہے ذیل میں ملاحظہ ہو:

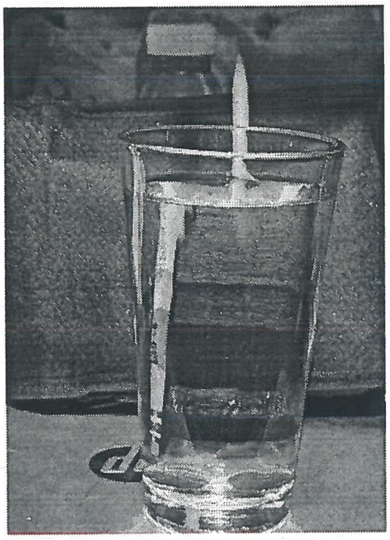

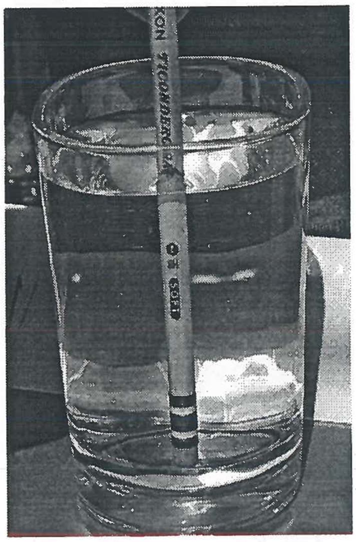

مذکورہ تصاویر میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ پانی کے اندر پینسل کس طرح مختلف انداز میں تبدیل ہوتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ پہلی تصویر میں بہت معمولی تبدیلی رونما ہورہی ہے جس کو ہم آنکھ سے براہ راست واضح طور پر دیکھ بھی نہیں سکتے۔ دوسری تصویر میں بہرحال ایک بڑی تبدیلی آئی ہے، ایسا لگ

دار الافتاء

رہاہے کہ پینسل درمیان سے کٹ گئی ہے اور بائیں طرف باقی آدھا حصہ ہو گیاہے۔ تیسری تصویر میں تو اتنی بڑی تبدیلی آئی ہے کہ اس پر پینسل کی تعریف ہی سرے سے صادق نہیں آرہی، مکمل دھندلا نظر آرہاہے۔

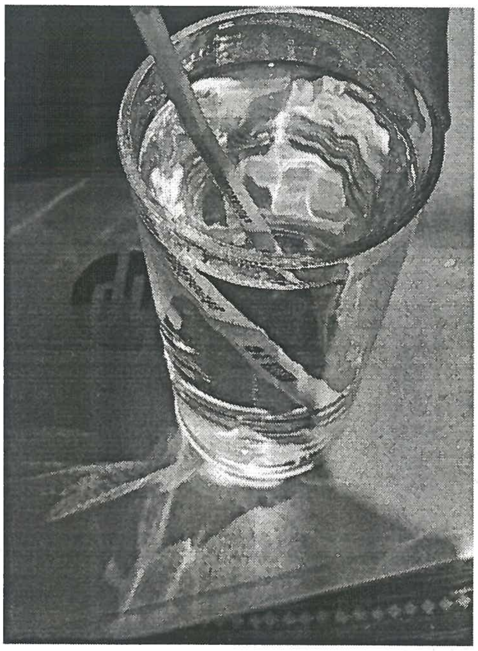

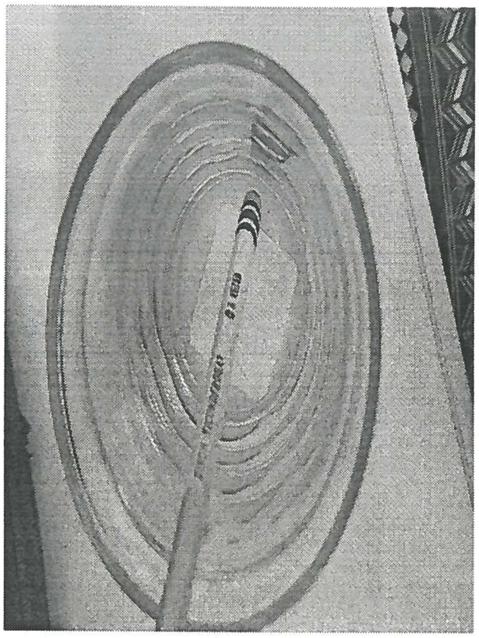

ان تصاویر میں جو بائیں طرف ہے اس کی میں نے بالکل اوپر سے تصویر لی ہے جس کی وجہ سے کوئی بھی تبدیلی نظر نہیں آرہی، جبکہ دوسری تصویر جو دائیں جانب ہے اس میں صرف تھوڑا سا تصویر لینے کے رخ کو تبدیل کر دیا جس کی وجہ سے پینسل کے ایک دو نہیں بلکہ تین نقوش بن گئے۔

إِذَا نَظَرَ إِلَى فَرْجِهَا الدَّاخِلِ مِنْ زُجَاجٍ أَوْ مَاءٍ هِيَ فِيهِ تَحْرُمُ هِيَ لَهُ،

اب سوال یہ اٹھتاہے کہ ان نقوش میں سے کون سا نقش ہے جس کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس کے معتبر ہونے کا فقہاء درج ذیل جیسی عبارات میں ذکر کیاہے:

جب آدمی عورت کی فرج داخل کو شیشے سے دیکھے یا اس پانی سے دیکھے جس میں وہ عورت ہو تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔(ملا خسرو، درر الحکام، جلد: 1، ص:330، دار احیاء الکتب العربیہ)

اس کا جواب ان لوگوں کیلئے واضح جن کو اللہ تعالی نے تھوڑا بھی فہم عطا کیا ہو کہ فقہاء نے پانی اور شیشے سے نظر آنے والے ان نقوش کا اعتبار کیا ہے جن میں کوئی واضح تبدیلی رونما نہیں ہوتی جیسا کہ اوپر تصاویر میں دکھایا گیاہے۔

اسی طرح کی تبدیلی لینس سے دیکھنے سے بھی آتی ہے جو کہ در حقیقت شیشے کی ہی مختلف شکلیں ہیں، ذیل کی تصاویر ملاحظہ ہوں:

دار الافتاء

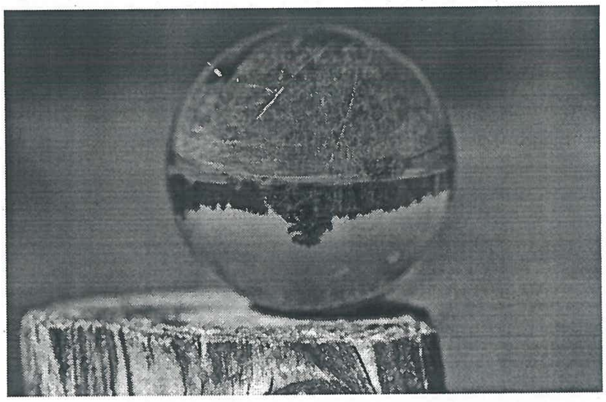

اوپر موجود دونوں تصاویر میں لینس کے پیچھے موجود تصویر اوپر سے نیچے کی جانب پلٹ گئی ہے۔اس طرح کی تبدیلی ہر صورت میں پیش نہیں آتی۔کچھ عوامل ہوتے ہیں جن کی وجہ سے یہ صورتحال پیش آجاتی ہے۔بتانا یہ مقصود ہے کہ پانی اور لینس سے دیکھنے کی صورت میں مختلف قسم کی تبدیلی پیش آسکتی ہے لہذا ہمارے فقہاء کی ان عبارات سے عمومی مطلب نہ لیا جائے جن سے پانی اور شیشے کے پیچھے سے دیکھنے کو معتبر جانا گیا ہے۔

ان عبارات کو سمجھنا چاہئے کہ یہ دیکھنا کس وقت معتبر ہوگا جب کہ شئی میں تبدیلی رونمانہ ہو، چنانچہ اگر کسی بھی قسم کی تبدیلی ہو جائے عام اس سے کہ رنگت میں ہو یا جسامت کے بڑا ہونے میں ہو یا شئی کے پلٹ جانے کے اعتبار سے تو اس وقت اس دیکھنے کا اعتبار ہرگز نہیں ہوگا جیسا کہ ہم نے پیچھے اس بات کو اچھے طریقے سے واضح کر دیا ہے۔لہذا ان کی عمومی عبارات سے کسی کو یہ مطلب لینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ ان لینسز سے دیکھنے کا بھی اعتبار ہوگا جن سے دیکھنے میں شئی اچھی خاصی بڑی نظر آتی ہے جیسا کہ دوربین، ٹیلی اسکوپ بلکہ کچھ عینکوں میں بھی اس بات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

رہی بات عینک کی تو جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ اصل مسئلہ شئی میں تبدیلی ہونا ہے، جبکہ عینک سے تبدیلی نہیں ہوتی، کیونکہ جو آدمی اپنے نمبر کی عینک پہن رہا ہے اس کو شئی اپنی اصل حالت میں اس وقت نظر آئے گی جب وہ اپنی عینک لگائے اور اگر وہ بغیر عینک کے دیکھے گا تو چونکہ اس کی بینائی کمزور ہے اس کو شئی اپنی اصل حالت سے مختلف نظر آئیگی۔یہ ہی وجہ ہے کہ ماہر امراض چشم ہر ایک کیلئے الگ الگ لینس تجویز کرتے ہیں جو صرف اس کے ساتھ خاص ہوتا ہے، لہذا اگر ایک آدمی دوسرے کی عینک لگالے یا جس کی بینائی بالکل درست ہو وہ کمزور بینائی والے کی عینک لگالے تو واضح طور پر دیکھنے میں تبدیلی پیش آئیگی۔

اگر ان تمام باتوں کا خلاصہ نکالا جائے تو یہ نکلتا ہے کہ لینسز چاہے دوربین میں ہو، چاہے ٹیلی اسکوپ میں ہو یا چاہے عینک میں ہو۔۔۔ان سے دیکھنے میں تبدیلی بہر حال ہوتی ہی ہے لہذا ان سے دیکھنے کا اعتبار نہیں ہوگا۔البتہ استحسانا ان لوگوں کو عینک سے دیکھنے کے بارے میں خلافا للقیاس اس قانون سے استثنا حاصل ہوگا جن کی بینائی کمزور ہو اور ان کو عینک ہی سے صحیح نظر آتا ہو۔شریعت میں ایسی کئی مثالیں ہیں جن میں ضرورت کی وجہ سے ایک حکم

دار الافتاء

سے ان لوگوں کو استثناء دیا جاتا ہے جن کو ضرورت شرعی لاحق ہو۔ ہمیں ایسا لگتا ہے کہ یہ وہ نکتہ ہے جو حضرت تھانوی علیہ الرحمہ سے رہ گیا ہے جس کی وجہ سے حضرت نے دوربین اور ٹیلی اسکوپ کو عینک پر قیاس کرلیا۔

وَأَمَّا الْإِجْمَاعُ فَلِأَنَّ الْقَائِسِينَ أَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ الْأَحْكَامَ قَدْ تَثْبُتُ عَلَى خِلَافِ الْقِيَاسِ الشَّرْعِيِّ فِي بَعْضِ الْمَوَاضِعِ بِدَلِيلٍ أَقْوَى مِنْهُ مِنْ نَصٍّ أَوْ إجْمَاعٍ أَوْ ضَرُورَةٍ وَذَلِكَ يَكُونُ تَخْصِيصًا لَا مُنَاقَضَةً وَلِهَذَا سَمَّاهَا الشَّافِعِيُّ مَخْصُوصَةً عَنْ الْقِيَاسِ، وَنَحْنُ نُسَمِّيهَا مَعْدُولًا بِهَا عَنْ الْقِيَاسِ أَلَا تَرَى أَنَّ ذَلِكَ الْقِيَاسَ بَقِيَ مَعْمُولًا بِهِ فِي غَيْرِ ذَلِكَ الْمَوْضِعِ

اجماع سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ قیاس کرنے والوں نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ بسا اوقات کچھ جگہوں پر قیاس شرعی کے خلاف قیاس سے زیادہ مضبوط دلیل مثلاً کتاب اللہ یا سنت یا اجماع یا ضرورت سے احکام ثابت ہوتے ہیں۔ اور یہ تخصیص کہلاتا ہے نہ کہ مناقضہ، اسی وجہ سے شوافع ایسے احکام کو مخصوص عن القیاس کہتے ہیں اور ہم معدول عن القیاس کہتے ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ وہ قیاس بہر حال معمول بہا رہتا ہے اس کے علاوہ دوسری جگہوں پر۔ (امام علاوالدین بخاری، کشف الاسرار، جلد4، ص:33، دار الکتب الاسلامیہ)

اوپر ذکر دہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ لینسز چاہے دوربین میں ہوں یا ٹیلی اسکوپ میں ہوں یا کسی بھی اور آپٹیکل آلے میں ہوں، ان سے دیکھنے کا اعتبار نہیں ہوگا، لیکن اس قاعدہ میں سے عینک جو کہ ان لوگوں کیلئے ہو جن کو اس کی ضرورت ہوتی ہے مستثنیٰ ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ اگر دوربین اور ٹیلی اسکوپس سے دیکھنے کی اجازت دے دی جائے تو ایک بڑا مسئلہ یہ پیش آسکتا ہے کہ چونکہ یہ چاند کو بڑا کر کے دکھاتی ہیں تو بہت ممکن ہے کہ آدمی رمضان وشوال کا چاند دیکھنے کے چکر میں غلطی سے کسی سیارے کو چاند کی شکل میں دیکھ کر انھیں کو چاند نہ سمجھ بیٹھے۔ سیارہ زہرہ میں ایسا بہت ممکن ہے۔

ذیل میں ایک مضمون سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو جس کا عنوان ہے، "افریقی ممالک نے غلطی سے زہرہ کو دیکھ کر عید الفطر 2020 منالی
“African Countries Mistake Venus For Eid Al Fitr 2020 Crescent”"

“The new moon for the month of Shawwal 1441 AH has only been sighted in several countries in Africa. For example, Mauritania claimed that declaring the end of Ramadan, and the start of Eid Al Fitr was based on multiple confirmed sighting, also claiming that the number of witnesses exceeds 40 people, in various places in the country. The same thing happened in Senegal, Mali, Cote d'Ivoire, Niger, and Somalia. But, this is astronomically impossible.

So how can people sight the moon? The only logical explanation is that they saw Venus, and mistook it for the crescent moon. Ever since the time of Galileo, Venus is known to go through phases, just like our moon. However, these phases are only visible in the telescope. There is anecdotal evidence that some people can see the crescent shape with their unaided eyes. It also increases in size as it moves closer to the Earth, and at the same time, it exhibit a crescent shape. It is at its brightest right now, and probably some people mistook it for the crescent moon”

دار الافتاء

(Baheyeldin, Khaled. “African Countries Mistake Venus For Eid Al Fitr 2020 Crescent | The Baheyeldin Dynasty.” Baheyeldin.Com, 23 May 2020, baheyeldin.com/astronomy/african-countries-mistake-venus-eid-al-fitr-2020-crescent.html)

"شوال 1441 ہجری کا چاند صرف افریقہ کے کئی ممالک میں دیکھا گیا ہے۔ مثال کے طور پر، موریطانیہ نے دعویٰ کیا کہ رمضان کے اختتام کا اعلان، اور عید الفطر کا آغاز متعدد تصدیق شدہ نظاروں پر مبنی تھا، اور یہ بھی دعویٰ کیا کہ ملک کے مختلف مقامات پر گواہوں کی تعداد 40 سے زیادہ ہے۔ سینیگال، مالی، کوٹ ڈی آئیور، نائجر اور صومالیہ میں بھی ایسا ہی ہوا۔ لیکن، یہ فلکیاتی طور پر ناممکن ہے۔

ماحولیاتی اثرات کے ساتھ، سورج ابھی افق کے نیچے غروب ہوا تھا۔ چاند کا روشن حصہ صفر تھا نیز اس کا مرکز افق سے آدھا ڈگری (30 آرک منٹ) نیچے تھا ، اس لیے اس دن اسے دیکھنا ناممکن تھا۔ تو سوال یہ اٹھتا ہے کہ لوگوں نے آخر کیسے چاند دیکھ لیا؟ صرف ایک ہی منطقی جواب ہو سکتا ہے کہ انہوں نے زہرہ کو دیکھا، اور اسے پہلی کا چاند سمجھا۔ گیلیلیو کے زمانے سے، زہرہ بھی ہمارے چاند کی طرح مراحل سے گزرنے کے ساتھ جانا جاتا ے۔ تاہم، یہ مراحل صرف دوربین میں نظر آتے ہیں۔ لیکن کچھ ایسے واقعاتی ثبوت موجود ہیں کہ کچھ لوگ زہرہ کو پہلی کے چاند کی شکل میں کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ جب یہ زمین کے قریب آتا ہے تو اس کا سائز بڑھتا جاتا ہے، اور اسی وقت، یہ پہلی کے چاند کی شکل کی نمائش کرتا ہے۔ یہ اس وقت اپنی روشن ترین سطح پر ہوتا ہے، اور شاید اسی لئے کچھ لوگ سے پہلی کا چاند سمجھ لیتے ہیں۔"

زہرہ چاند کے بعد دوسرا روشن ترین سیارہ ہے۔ یہ بات ایک مشہور آرٹیکل "Why is Venus so Bright"

"زہرہ اس قدر روشن کیوں ہوتا ہے" میں بھی مذکور ہے:

“Our neighboring world – orbiting one step inward from Earth around the sun – is the 3rd-brightest object in the sky, after the sun and moon”

(Editors of EarthSky. “Why Is Venus so Bright? | EarthSky.” EarthSky | Updates on Your Cosmos and World, 28 Nov. 2021, earthsky.org/astronomy-essentials/why-is-venus-so-bright.)

"ہماری پڑوسی دنیا۔ سورج کے گرد زمین سے ایک قدم اندر کی طرف چکر لگاتی ہے۔ سورج اور چاند کے بعد آسمان کی تیسری روشن ترین چیز ہے"

ذیل میں زہرہ کی دوربین سے لی گئی ایک تصویر ملاحظہ ہو:

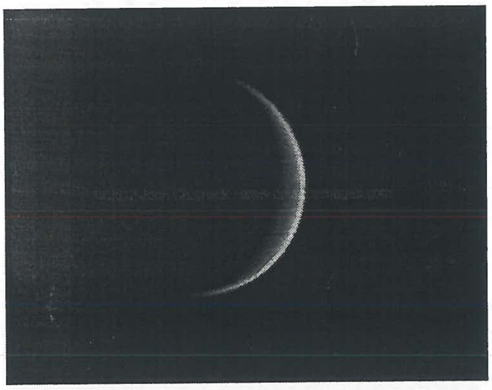

(https://www.galacticimages.com/shop-prints/planets/the-planet-venus-photo-close-up/)

Johnson, Daniel. “See the Phases of Venus.” Sky & Telescope, 20 May 2020, skyandtelescope.org/astronomy-news/see-phases-venus.

اوپر زہرہ کے حوالے سے بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب لوگ پہلی کا چاند انتہائی قوی دوربینوں اور ٹیلی اسکوپوں کے ذریعے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو بہت ممکن ہے کہ وہ چاند کے بجائے زہرہ کو دیکھ لیں اور شکل میں مشابہ ہونے کی وجہ سے امتیاز بھی نہ کر پائیں تو کہ آیا جس کو ہم نے دیکھا ہے وہ ہلال (پہلی کا چاند) ہے یا زہرہ۔

تتمہ وخلاصہ بحث

زیر نظر مقالے میں جو معروضات پیش خدمت کی گئی ہیں، ان کو دیکھ کر بہت مشکل ہے کہ کوئی مفتی صاحب جو اصول افتاء سے واقف ہوں وہ دوربین یا ٹیلی اسکوپ سے دیکھے جانے والے چاند کے معتبر ہونے کا فتوی دیں بلکہ یقیناوہ اس مقالے کو پڑھ کر اس نتیجے پر باآسانی پہنچ سکتے ہیں کہ **دوربین، ٹیلی اسکوپ یا دیگر آپٹیکل آلات کے ذریعے چاند دیکھنے کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے اور رویت ہلال وہی معتبر ہے جو سنت سے ثابت ہے یعنی بغیر ان جدید آلات کا سہارا لئے براہ راست کھلی آنکھوں سے چاند دیکھا جائے۔**

میں امید کرتا ہوں کہ ہماری معزز رویت ہلال کمیٹیاں اور دنیا بھر میں موجود دار الافتاء ذکر کردہ باتوں پر توجہ دیں گے اور اس کے مطابق فتوی نشر کریں گے۔

واللہ اعلم بالصواب

(مفتی) یوسف بن یعقوب

شاگرد مفتی ابراہیم دسائی رحمہ اللہ

مہتمم: مدینۃ العلوم، امریکا، رئیس دار الافتاء کمیٹی ڈی ایم وی علماء کونسل

20 رمضان، 1443 / مطابق 21 اپریل، 2022

دار الافتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداًومصلیًا

(۱)۔۔۔ دوربین کا استعمال اگرچہ ضروری نہیں، لیکن شرعاً ممنوع بھی نہیں، لہٰذا وہ دوربین جو محض نظر کی قوت بڑھاتی ہو اور عدسوں وغیرہ کی مدد سے افق پر موجود جرمِ سماوی کی اپنی روشنی کو جمع کر کے اور اس کی جسامت میں اضافہ کر کے صرف دیکھنے میں سہولت پیدا کرتی ہو، تو اس کے ذریعہ دیکھے جانے والے چاند کی رویت کو اصل چاند کی حقیقی رویت قرار دینا شرعاً درست معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ یہ اگرچہ دوربین کے واسطہ سے دیکھا گیا ہے، لیکن یہ دیکھنا حقیقۃً انسانی آنکھ سے ہی دیکھنا ہے نیز اصل چاند کو ہی دیکھنا ہے، اسی طرح عرفاً بھی اسے انسانی آنکھ سے اصل چاند کو ہی دیکھنا کہا اور سمجھا جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ دوربین میں چشمیہ عدسہ (آئی پیس) کی مدد سے چاند کی اپنی شعاعیں بعینہٖ دکھائی دیتی ہیں، اور جب چاند بادلوں میں چھپ جائے تو شعاعیں آنا بند ہو جاتی ہیں اور نظر آنا بھی بند ہو جاتا ہے۔ نیز ایسی دوربین سے صرف وہ چاند دیکھنا ممکن ہوتا ہے جو افق کے اوپر ہو اور کچھ حصہ روشن بھی ہو، لہٰذا ایسی دوربین کے ذریعہ حاصل رویت کو معتبر قرار دیا جائے گا۔

لیکن اگر کوئی دوربین بالفرض ان کاموں کے علاوہ کوئی غیر معمولی امر انجام دے کر جرمِ سماوی کو قابلِ رویت بناتی ہو، مثلاً: جرمِ سماوی کے افق سے نیچے ہونے کے باوجود اسے دکھا دیتی ہو، یا جرمِ سماوی کے حقیقی وجود کے بغیر محض حسابات کی بنیاد پر اس جرم کی خود ساختہ شکل یا تصویر دکھاتی ہو، تو ایسی دوربین کے ذریعہ دیکھے گئے چاند کو معتبر نہیں مانا جائے گا؛ اس لیے کہ یہ رویت کے شرعی اصول کہ "نفسِ ہلال کی حقیقی رویت ہو" کے خلاف ہے، کیوں کہ غیر معمولی طریقہ کے مطابق کی گئی رویت میں فی الجملہ محض چاند کے وجود پر اکتفاء کرنا لازم آئے گا، جس میں شریعت کے مقرر کردہ رویت کے عام اور سادہ اصول کا ترک پایا جائے گا۔ بلکہ ایسی صورت میں غالب گمان یہی ہو گا کہ یہ رویت کے قابل نہیں تھا، تو اس کو نفسِ ہلال کی حقیقی رویت ماننا ممکن نہیں۔

(۲)۔۔۔۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دوربین کے ذریعہ دیکھنا حقیقی رویت ہے، اور چونکہ رویت کے لیے بلا واسطہ اور براہِ راست مقابل ہونا شرط نہیں[1]، لہٰذا اس میں واقع انعکاس وانعطاف مانعِ رویت نہیں۔ البتہ شبہ یہ ہو سکتا

---

(1) لما في «المنهاج في شرح صحيح مسلم بن الحجاج» ليحيى بن شرف النووي، ت. ٦٧٦هـ (٣/ ١٦): كتاب الايمان ← باب اثبات رؤية المؤمنين في الآخرة لربهم سبحانه

ولا يشترط فيها [الرؤية] اتصال الأشعة ولا مقابلة المرئي ولا غير ذلك لكن جرت العادة في رؤية بعضنا بعضا بوجود ذلك على جهة الاتفاق لا على سبيل الاشتراط.

وفي «الفروق اللغوية» لأبي هلال العسكري، ت. نحو ٣٩٥هـ، (ص٧٥-٧٦)

الْفرق بين النّظر والرؤية ... فإنه لَو طلب جمَاعَة الْهلَال ليعلم من رآه مِنْهُم مِمَّن لم يره، مع أنهم ممن لم يره، مع أنهم جميعا ناظرون، لصحّ

جاری ہے۔۔۔

دار الافتاء

ہے کہ رویت کس چیز کی ہے؟اور صوموا لرویتہٖ کا دوسرا تقاضا، یعنی اصل چاند کی رویت ہونا، دوربین سے دیکھنے میں پایا جاتا ہے یا نہیں؟تاکہ اس سے دوربین کے ذریعہ ثبوتِ شہر کا حکم واضح ہوسکے[2]۔

واضح رہے کہ حضراتِ احناف رحمہم اللہ کے کلام میں انعکاس یا انعطاف کے ذریعہ رویتِ ہلال پر ابتداءِ شہر سے متعلق بحث تلاش بسیار کے باوجود نہیں مل سکی، البتہ اس کے علاوہ دیگر مسائل میں فقہاءِ حنفیہ نے شیشے یا اس جیسے شفاف واسطہ سے ہونے والی رویت میں تبدیلی کے امکان کو تسلیم کرنے کے باوجود، اُسے اصل شیٔ کی رویت ہی قرار دیا اور اس کیفیت کو نفوذ البصر سے تعبیر کیا جس کو فنی طور پر انعطاف کہا جاتا ہے[3]؛ لہٰذا انعطاف کا واسطہ (اور اس کی وجہ سے کسی قدر واقع تبدیلی) اصل چاند کی رویت سے مانع معلوم نہیں ہوتا ہے۔

بهذا أن النّظر تقليب الْعين حيال مكان المرئي طلبا لرُؤْيَته والرؤية هِيَ إِدْرَاك المرئي ولما كان الله تعالى يرى الأشياء من حَيْثُ لا يطْلب رويتها صَحَّ أنه لا يوصف بالنّظر.

وفي «العزيز شرح الوجيز» المعروف بالشرح الكبير لعبد الكريم الرافعي، ت. ٦٢٣هـ، (٩/ ١٤٣): كتاب الطلاق ← الشطر الثاني من الكتاب في التعليقات ← الفصل السادس في مسائل الدور

الخامسة: إذا قال: إن رأيت فلانا، فأنت طالق، فرأته حيا أو ميتا، مستيقظا أو نائما، وقع الطلاق ... ولو رأته في المنام، لا تطلق؛ فإنه لا يقع اسم الرؤية المطلقة عليه، وإن كان في ماء صاف لا يمنع الرؤية فرأته فيه، فعن القاضي الحسين: أنه لا يقع الطلاق، والصحيح الوقوع، والماء اللطيف بين الرائي والمرئي كأجزاء الهواء بينهما، ولهذا لا تصح صلاة الواقف في هذا الماء ويكون حكمه حكم العارين، ولو رأته من وراء زجاج شفاف، فهو كما لو كان في الماء فرأته. ولو نظرت في المرآة أو في الماء فرأته، قال الإمام هذا فيه احتمال؛ لأنه، وإن حصَلَت الرؤية في الحقيقة، لكنه يصح في العرف أن يقال: ما رآه، وإنما رأى مثاله أو خياله، والظاهر أنّه لا يقَعُ الطلاق.

(2) جواب سمجھنے میں سہولت کے لیے مروّجہ دوربین کی بنیادی اقسام اور ان کا نظامِ کار کا حاصل درج کیا جاتا ہے: دور کی اشیاء بالخصوص اجرامِ سماویہ دیکھنے کے لیے بنیادی طور پر دو قسم کی دوربین مستعمل ہیں: (۱) بصری ٹیلیسکوپ (optical/visual telescope)، (۲) بائناکولرز (binoculars)۔ دونوں ہی کسی جرمِ سماوی کی اپنی روشنی کو جمع کرکے اسے قریب اور بڑا دکھا کر، کھلی آنکھ کی قوّتِ بصارت کو تیز کرتی ہیں۔ پھر بصری ٹیلیسکوپ (optical telescope) کے دو بنیادی قسمیں رائج ہیں: (۱) رفریکٹنگ ٹیلیسکوپ (refracting telescope)، (۲) رفلیکٹنگ ٹیلیسکوپ (reflecting telescope)۔

رفریکٹنگ ٹیلیسکوپ (refracting telescope) میں تقویتِ بصر کے لیے بنیادی طور پر عدسہ استعمال ہوتا ہے، جبکہ رفلیکٹنگ ٹیلیسکوپ (reflecting telescope) میں اس مقصد کے لیے آئینہ ہوتا ہے؛ چنانچہ رفریکٹنگ ٹیلیسکوپ (refracting telescope) میں عدسہ سے گزرنے والی لہریں گو خم کھاجاتی ہیں، لیکن بہرحال عدسہ سے دوسری طرف تک گزر جاتی ہیں، جبکہ رفلیکٹنگ ٹیلیسکوپ (reflecting telescope) میں لہریں آئینہ سے منعکس ہوکر واپس اسی جانب پلٹتی ہیں جہاں سے وہ آئی تھیں۔ پہلی کیفیت کو انعطاف کہتے ہیں، اور دوسری کو انعکاس۔

جہاں تک بائناکولرز (binoculars) کا تعلق ہے تو یہ در حقیقت دو رفریکٹنگ ٹیلیسکوپ (refracting telescope) سے مرکب آلہ کا نام ہے۔ البتہ بائناکولرز (binoculars) اکثر زمینی اشیاء دیکھنے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں، لہٰذا دیکھی جانے والی چیز کا سیدھا نظر آنا اس میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے، اس لیے بائناکولرز (binoculars) میں بیرونی عدسہ اور چشمیہ عدسہ کے علاوہ درمیان میں منشوروں کا بھی اضافہ ہوتا ہے، تاکہ دیکھی جانے والی چیز سیدھی نظر آئے۔

(3) لما في «رد المحتار على الدر المختار» لابن عابدين الشامي، ت. ١٢٥٢هـ، (٣/ ٣٤): [كتاب النكاح] ← [فصل في المحرمات]

(قوله: لأن المرئي مثاله إلخ) يشير إلى ما في الفتح من الفرق بين الرؤية من الزجاج والمرآة، وبين الرؤية في الماء، ومن الماء حيث قال: كأن العلة والله سبحانه وتعالى أعلم أن المرئي في المرآة مثاله لا هو وبهذا عللوا الحنث فيما إذا حلف لا ينظر إلى وجه فلان فنظره في

جاری ہے---

المرأة أو الماء وعلى هذا فالتحريم به من وراء الزجاج، بناء على نفوذ البصر منه فيرى نفس المرئي بخلاف المرأة، ومن الماء. وهذا ينفي كون الإبصار من المرآة والماء بواسطة انعكاس الأشعة، وإلا لرآه بعينه بل بانطباع مثل الصورة فيهما، بخلاف المرئي في الماء؛ لأن البصر ينفذ فيه إذا كان صافيا فيرى نفس ما فيه، وإن كان لا يراه على الوجه الذي هو عليه، ولهذا كان له الخيار إذا اشترى سمكة رآها في ماء بحيث تؤخذ منه بلا حيلة اهـ. وبه يظهر فائدة قول الشارح مثاله، لكنه لا يناسب قول المصنف تبعا للدرر بالانعكاس، ولهذا قال في الفتح وهذا ينفي إلخ، وقد يجاب بأنه ليس مراد المصنف بالانعكاس البناء على القول بأن الشعاع الخارج من الحدقة الواقع على سطح الصقيل كالمرآة والماء ينعكس من سطح الصقيل إلى المرئي، حتى يلزم أنه يكون المرئي حينئذ حقيقته لا مثاله، وإنما أراد به انعكاس نفس المرئي، وهو المراد بالمثال فيكون مبنيا على القول الآخر ويعبرون عنه بالانطباع، وهو أن المقابل للصقيل تنطبع صورته، ومثاله فيه لا عينه، ويدل عليه تعبير قاضي خان بقوله؛ لأنه لم ير فرجها، وإنما رأى عكس فرجها فافهم.

وفي «فتح القدير» للكمال ابن الهمام، ت. ٨٦١هـ، (٣/ ٢٢٤): [كتاب النكاح] ← [فصل في بيان المحرمات]

النظر من وراء الزجاج إلى الفرج محرم، بخلاف النظر في المرآة. ولو كانت في الماء فنظر فيه فرأى فرجها فيه ثبتت الحرمة، ولو كانت على الشط فنظر في الماء فرأى فرجها لا يحرم، كأن العلة والله أعلم أن المرئي في المرآة مثاله لا هو، وبهذا عللوا الحنث فيما إذا حلف لا ينظر إلى وجه فلان فنظره في المرآة أو الماء، وعلى هذا فالتحريم به من وراء الزجاج بناء على نفوذ البصر منه فيرى نفس المرئي، بخلاف المرآة والماء، وهذا ينفي كون الإبصار من المرآة ومن الماء بواسطة انعكاس الأشعة وإلا لرآه بعينه بل بانطباع مثل الصورة فيهما، بخلاف المرئي في الماء لأن البصر ينفذ فيه إذا كان صافيا فيرى نفس ما فيه. وإن كان لا يراه على الوجه الذي هو عليه، ولهذا كان له الخيار إذا اشترى سمكة رآها في ماء بحيث تؤخذ منه بلا حيلة، وتحقيق سبب اختلاف المرئي فيه في فن آخر.

وفي «درر الحكام شرح غرر الأحكام» لمنلا خسرو، ت. ٨٨٥هـ (١/ ٣٣٠): [كتاب النكاح]

(و) حرم أيضا تزوج (فروعهن)؛ إذ بالزنا تثبت حرمة المصاهرة عندنا خلافا للشافعي (لا) أي لا يحرم تزوج المنظور إلى فرجها الداخل (من مرآة أو ماء بالانعكاس) يعني إذا نظر إلى فرجها الداخل من زجاج أو ماء هي فيه تحرم هي له، وأما إذا نظر إلى مرآة أو ماء فرأى فرجها الداخل بالانعكاس لا تحرم له، كذا في فتاوى قاضي خان والخلاصة.

وفي «البحر الرائق شرح كنز الدقائق» لزين الدين ابن نجيم، ت. ٩٧٠هـ، (٣/ ١٠٨): [كتاب النكاح] ← [فصل في المحرمات في النكاح]

والنظر من وراء الزجاج يوجب حرمة المصاهرة بخلاف المرآة؛ لأنه لم ير فرجها، وإنما رأى عكس فرجها، وكذا لو وقف على الشط فنظر إلى الماء فرأى فرجها لا يوجب الحرمة ولو كانت هي في الماء فرأى فرجها تثبت الحرمة.

وفي «فتح باب العناية بشرح النقاية» للملا علي القاري، ت. ١٠١٤هـ، (٢/ ١٥): كتاب النكاح

ولو نظر إلى فرجها من وراء زجاج، أو من وراء ماء بأن كانت في الماء، تثبت المصاهرة، ولو نظر فرجها في المرآة لا تثبت، لأنه عكس فرجها لا حقيقته، ولو نظرت المرأة إلى ذكر الرجل فهو مثل نظر الرجل إلى فرج المرأة.

وفي «عيون المسائل» لأبي الليث السمرقندي الحنفي، ت. ٣٧٣هـ، (١/ ١٧٠): باب الأيمان ← رؤية المحلوف عليه في زجاجة

٨٧٣ - ابن سماعة عن محمد في رجل حلف لا ينظر إلى فلان فرآه من خلف ستر أو خلف زجاجة يتبين له من خلفها وجهه حنث.

وفي «الفتاوى الهندية»، (٣/ ٦٣): كتاب البيوع وفيه عشرون بابا ← الباب السابع في خيار الرؤية وفيه ثلاثة فصول ← الفصل الثاني فيما تكون رؤية بعضه كرؤية الكل في إبطال الخيار

ولو نظر إلى المبيع من وراء ستر رقيق كان رؤية كذا في فتاوى قاضي خان.

جاری ہے۔۔۔

البتہ شوافع میں سے علامہ ابن حجر ھیتمی مکی شافعی رحمہ اللہ کی کتاب تحفہ المحتاج شرح المنہاج میں کسی واسطہ سے ہلال دیکھنے پر ثبوتِ شہر کے متعلق بحث موجود ہے، جس میں علامہ ھیتمی رحمہ اللہ نے رویت کے بلاواسطہ ہونے کی شرط لگاتے ہوئے بطورِ مثال آئینہ کے واسطہ کو ذکر فرمایا ہے۔ لیکن علامہ شروانی رحمہ اللہ نے اس قید پر توقف کا اظہار فرمایا، اس بنیاد پر کہ یہ رویت ہی ہے گو کسی بصری آلہ کے توسط سے ہے(4)۔

تاہم آئینہ یا پانی سے دیکھنے کو بعض فقہاء نے مثال، خیال، اور عکس(5) کی رویت مان کر احکام مرتب نہیں فرمائے ہیں۔ فنی طور پر آئینہ یا اس جیسے واسطہ میں دیکھنا انعکاس یا انطباع کہلاتا ہے، اور فقہاء کے کلام میں بھی یہ اصطلاح ملتی ہے(6)۔ لیکن دوسری جانب فقہاءِ کرام رحمہم اللہ نے مثال اور خیال والے نظریہ کی صراحۃً نفی کرتے ہوئے اس رویت

---

(4) لما في «تحفة المحتاج في شرح المنهاج» لابن حجر الهيتمي، ت. ٩٧٤هـ (٣/ ٣٧٢): [كتاب الصيام]

(يجب صوم رمضان ... بإكمال شعبان ثلاثين ... أو رؤية الهلال) بعد الغروب لا بواسطة نحو مرآة كما هو ظاهر ليلة الثلاثين منه.

وفي حاشية الإمام عبد الحميد الشرواني على تحفة المحتاج، ت. ١٣٠١هـ (على نفس الصفحة سابقا)

(قوله لا بواسطة) الأولى بلا واسطة (قوله لا بواسطة نحو مرآة) قد يتوقف فيه؛ لأنها رؤية ولو بتوسط آلة بصري .....(قوله نحو مرآة) أي كالماء والبلور الذي يقرب البعيد ويكبر الصغير في النظر»

(5)«المحيط البرهاني في الفقه النعماني» (٣/ ٦٧):

في «العيون» : نظر إلى فرج امرأة من خلف ستر أو زجاجة وتبيّن من خلفها فرجها وكان النظر بشهوة؛ حرمت عليه أمها وابنتها، بخلاف ما لو نظر في المرآة، والفرق: أن المرئي في المرآة عكس الفرج لا عين الفرج، ولا كذلك المرئي من خلف الستر والزجاجة

«الجوهرة النيرة على مختصر القدوري» (٢/ ٥):

«قال في الينابيع النظر إلى الفرج بشهوة يوجب الحرمة سواء كان بينهما حائل كالنظر من وراء الزجاج ومن وراء السترة أو لم يكن حائل ولا عبرة بالنظر في المرآة؛ لأنه خيال ألا ترى أنه يراها من وراء ظهره، وكذا إذا كانت على شفا الحوض فنظر فرجها في الماء لا تثبت الحرمة وإن كانت هي في الماء فرأى فرجها وهي فيه تثبت الحرمة هذا كله إذا كانت حية، أما الميتة فلا يتعلق بلمسها ولا بوطئها ولا بتقبيلها حرمة المصاهرة»

(6) كما في «رد المحتار على الدر المختار» لابن عابدين الشامي، ت. ١٢٥٢هـ (٣/ ٣٤): [كتاب النكاح] ← [فصل في المحرمات]

(قوله: لأن المرئي مثاله إلخ) يشير إلى ما في الفتح من الفرق بين الرؤية من الزجاج والمرآة، وبين الرؤية في الماء، ومن الماء حيث قال: كأن العلة والله سبحانه وتعالى أعلم أن المرئي في المرآة مثاله لا هو وبهذا عللوا الحنث فيما إذا حلف لا ينظر إلى وجه فلان فنظره في المرآة أو الماء وعلى هذا فالتحريم به من وراء الزجاج، بناء على نفوذ البصر منه فيرى نفس المرئي بخلاف المرآة، ومن الماء. وهذا ينفي كون الإبصار من المرآة والماء بواسطة انعكاس الأشعة، وإلا لرآه بعينه بل بانطباع مثل الصورة فيهما، بخلاف المرئي في الماء؛ لأن البصر ينفذ فيه إذا كان صافيا فيرى نفس ما فيه، وإن كان لا يراه على الوجه الذي هو عليه، ولهذا كان له الخيار إذا اشترى سمكة رآها في ماء بحيث تؤخذ منه بلا حيلة اهـ. وبه يظهر فائدة قول الشارح مثاله، لكنه لا يناسب قول المصنف تبعا للدرر بالانعكاس، ولهذا قال في الفتح وهذا ينفي إلخ، وقد يجاب بأنه ليس مراد المصنف بالانعكاس البناء على القول بأن الشعاع الخارج من الحدقة الواقع على سطح

جاری ہے۔۔۔

کو بھی اصل اور عین کی رویت قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن العربی مالکی اور علامہ علاء الدین سمرقندی حنفی اور ملک العلماء علامہ علاء الدین کاسانی حنفی رحمہم اللہ کی عبارات اس سلسلہ میں واضح ہیں (7)۔

الصقيل كالمرآة والماء ينعكس من سطح الصقيل إلى المرئي، حتى يلزم أنه يكون المرئي حينئذ حقيقته لا مثاله، وإنما أراد به انعكاس نفس المرئي، وهو المراد بالمثال فيكون مبنيا على القول الآخر ويعبرون عنه بالانطباع، وهو أن المقابل للصقيل تنطبع صورته، ومثاله فيه لا عينه، ويدل عليه تعبير قاضي خان بقوله؛ لأنه لم ير فرجها، وإنما رأى عكس فرجها فافهم.

(7) ففي «المسالك في شرح موطأ مالك بن أنس» لأبي بكر بن العربي المالكي، ت. ٥٣٤هـ (٣/ ١٧٤): كتاب الصلاة الأول ما جاء في النداء للصلاة ← الفصل الرابع في عملهم بعد إتمام الصلاة

فاعلم أنه يرى من حيث لا ترى وذلك سواء، ولا يستبعد ذلك إلا جاهل، فقد خلق الله المرآة دليلا على غيب القدرة، فانظر ترى فيها نفسك وترى فيها ما وراءك، وليس الذي تراه في المرآة مثالا، بل هو نفس المرئي بعينه.

والدليل القاطع على ذلك: أن المرآة تكون في غلظ قشر البيضة، ثم تقابل بها وجهك، فتدنو من المرآة فترى الدنو فيها، وتبعد عنها فترى البعد فيها، ومحال أن يكون ذلك الدنو والبعد الكثير في غلظ قشر البيضة، فدل على أن الذي تدرك إنما هو حقيقة المرئي.

وفي «قانون التأويل» لأبي بكر بن العربي المالكي، ت. ٥٣٤هـ، (ص٤٦٨): ذكر المرآة

قالوا: وكذلك خلق الله المرآة يتشكل فيها لصفائها ما قابلها، فيرى العبد نفسه فيها، ولا يقدر أن يقول رأيت شخصي في المرآة، ولا مثالي؛ لأن المرآة قشرةٌ رقيقةٌ لا تَحمِلُ طُول الصورة ولا عَرْضَهَا، ولا تتسع لإقبالها إذا أقبلت على المرآة، ولا تتسع أيضاً لإدبارها إذا أدبرت عنها. فثبت أن الذي يُرَى في المرآة نفسه بواسطة مقابلة المرآة له، ويستحيل أن يكون الإنسان من نفسه في جهة.

وفي «تحفة الفقهاء»، لعلاء الدين السمرقندي، ت. ٥٤٠هـ (٢/ ٨٨): كتاب البيوع ← باب خيار الرؤية

ولو اشترى دهن سمسم في قارورة فرأى من خارج القارورة الدهن في القارورة روى ابن سماعة عن محمد أنه قال يكفي ويسقط خياره لأن رؤيته من الخارج تعرفه حالة الدهن فكأنه رآه خارج القارورة في قصعة ونحوها ثم اشتراه. وروي عن محمد في رواية أخرى أنه لا يبطل ما لم ينظر إلى الدهن بعدما يخرج من القارورة لأن لون الدهن مما يتغير بلون القارورة.

ولو نظر إلى المرآة فرأى المبيع قالوا لا يسقط خياره لأنه ما رأى عين المبيع وإنما رأى مثاله قال هكذا قال بعضهم، والأصح أنه يرى عين المبيع لكن يعرف به أصله وقد تتفاوت هيئاته بتفاوت المرآة. وعلى هذا قالوا من نظر في المرآة فرأى فرج أم امرأته عن شهوة لا تثبت حرمة المصاهرة. ولو نظر إلى فرج امرأته المطلقة طلاقا رجعيا عن شهوة في المرآة لا يصير مراجعا لما قلنا.

ولو اشترى سمكا في الماء يمكن أخذه من غير اصطياد فرآه في الماء قال بعضهم: يسقط خياره، لأنه رأى عين المبيع، وقال بعضهم لا يسقط، وهو الصحيح، لأن الشيء لا يرى في الماء كما هو بل يرى أكثر مما هو، فبهذه الرؤية لا تعرف حاله حقيقة.

وفي «بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع» لعلاء الدين الكاساني، ت. ٥٨٧هـ، (٥/ ٢٩٤): كتاب البيوع ← باب خيار الرؤية

«ولو اشترى دهنا في قارورة فرأى خارج القارورة فعن محمد روايتان: روى ابن سماعة عنه أنه لا خيار له؛ لأن الرؤية من الخارج تقيد العلم بالداخل، فكأنه رآه وهو خارج. وروي عنه أن له الخيار؛ لأن العلم بما في داخل القارورة لا يحصل بالرؤية من خارج القارورة؛ لأن ما في الداخل يتلون بلون القارورة فلا يحصل المقصود من هذه الرؤية، وقالوا في المشتري إذا رأى المبيع في المرآة: إن له الخيار، وكذا في الماء.

جاری ہے۔۔۔

دار الافتاء

نیز اصل رویت میں نظر آنے والی چیز سے شعاع ٹکرا کر آنکھ تک آتی ہے، اس لئے وہ چیز نظر آتی ہے[8]۔ اس ٹیلی اسکوپ میں بھی وہی شعاع اصل چیز سے ٹکرا کر آئینہ سے ٹکراتی ہے اور پھر آنکھ تک آتی ہے اور چیز نظر آجاتی

وقالوا: لأنه لم ير عينه، وإنما رأى مثاله، والصحيح أنه رأى عين المبيع لا ان غير المبيع في المرآة والماء بل يراه حيث هو لكن لا على الوجه المعتاد بخلق الله تعالى فيه الرؤية، وهذا ليس ببعيد؛ لأن المقابلة ليست من شرط الرؤية فإنا نرى الله تعالى عز شأنه بلا مقابلة، ولكن قد لا يحصل له العلم بهيئته لتفاوت المرآة **فيعلم بأصله لا بهيئته** فلذلك يثبت له الخيار، لا لما قالوا، والله عز وجل أعلم، على أن في العرف لا يشتري الإنسان شيئا لم يره ليراه في المرآة أو في الماء ليحصل له العلم بهذا الطريق، فلا تكون رؤيته في المرآة – وإن رأى عينه – مسقطةً للخيار، وعلى هذا قالوا فيمن رأى فرج أم امرأته في الماء، أو في المرآة فنظر إليه بشهوة لا تثبت له حرمة المصاهرة، وكذا لا يصير مراجعا للمرأة المطلقة طلاقا رجعيا لما قلنا.

ولو اشترى سمكا في دائرة يمكن أخذه من غير اصطياد وحيلة حتى جاز البيع فرآه في الماء ثم أخذه قال بعضهم: لا خيار له؛ لأنه رأى عين السمك في الماء، وقال بعضهم: له الخيار؛ لأنه ما رآه كما هو؛ لأن الشيء لا يرى في الماء كما هو بل يرى أكثر مما هو، فلم يحصل المقصود بهذه الرؤية، وهو معرفته كما هو فله الخيار.

(8)«الحضارة الإسلامية أسسها ووسائلها وصور من تطبيقات المسلمين لها ولمحات من تأثيرها في سائر الأمم» (ص١٢٩):

«"تحقق علماء المسلمين من أن الأسلوب العقلي النظري لا يؤدي إلى التقدم، وأن الأمل في وجدان الحقيقة يجب أن يكون معقودًا بمشاهدة الحوادث ذاتها، ومن هنا كان شعارهم في أبحاثهم الأسلوب التجريبي، والدستور العملي الحسي. إن نتائج هذه الحركة العملية تظهر جلية في التقدم الباهر الذي نالته الصنائع في عصرهم، وإننا لندهش حين نرى في مؤلفاتهم من الآراء العلمية ما كنا نظنه من نتائج العلم في هذا العصر. وقد استخدموا علم الكيمياء في الطب، ووصلوا في علم الميكانيكا إلى أنهم عرفوا وحددوا قوانين سقوط الأجسام، وكانوا عارفين كل المعرفة بعلم الحركة، ووصلوا في نظريات الضوء والإبصار إلى أن غيروا الرأي اليوناني القائل بأن الإبصار يحصل بوصول شعاع من البصر إلى الجسم المرئي، وقالوا: بالعكس. وكانوا يعرفون نظريات انعكاس الأشعة وانكسارها، وقد اكتشف الحسن بن الهيثم الشكل المنحنى الذي يأخذه الشعاع في سيره في الجو، وأثبت بذلك أننا نرى القمر والشمس قبل أن يظهرا حقيقة في الأفق، وكذلك نراهما في المغرب بعد أن يغيبا بقليل"»

«الحضارة الإسلامية أسسها ووسائلها وصور من تطبيقات المسلمين لها ولمحات من تأثيرها في سائر الأمم» (ص١٦٤):

«واصلحوا (المسلمون) في علم البصريات خطأ اليونان بكون الشعاع يصدر من العين ويمس المرئي فيظهره، فقالوا: إن الشعاع يمر من المرئي إلى العين. وفهموا أساس انعكاس النور أو انكساره، وكشفوا عن طريق الشعاع المنحني في الهواء أننا نرى الشمس قبل الشروق وبعد الغروب، وبرهنوا على ذلك بانكسار الضوء»

«الأمثال القرآنية القياسية المضروبة للإيمان بالله» (٢/ ٧٥٤):

«ثانياً: دلالة المثَل على التفسير العلمي للرؤية، وأنه يشترط له وصول الضوء من مصدر مضيء إلى الجسم المرئي، وإذا انعدم الضوء ولم يصل منه شيء إلى الجسم فإنه يظلم ولا يُرى.

واتفاقه مع التفسير الصحيح، المتقرر عند المتخصصين في ذلك الشأن.

كما تضمن المثَل – أيضا – إبطال التفسير القديم القائم على أن سبب الرؤية خروج أشعة من العين تسقط على الأجسام فتحدث رؤيتها»

جاری ہے۔۔۔

دار الافتاء

ہے، لہٰذا جب دونوں صورتوں میں رویت کا مدار آنے والی شعاع پر ہے تو دونوں صورتوں کا حکم یکساں ہونا قرینِ قیاس ہے۔

اس تفصیل کے بعد ٹیلیسکوپ کی دونوں قسموں کے نظامِ کار[9] کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رفریکٹنگ ٹیلیسکوپ میں تو کسی مرحلہ پر انعکاس واقع نہیں ہوتا ہے، بلکہ ہر مرحلہ میں انعطاف کے ذریعہ نظر کی تیزی حاصل کی جاتی ہے، اور انعطاف میں تبدیلی کے امکان کے باوجود اسے فقہاء کرام رحمہم اللہ نے اصل کی رویت قرار دیا ہے، کما سبق۔ جبکہ رفلیکٹنگ ٹیلیسکوپ میں نظر کی تیزی انعکاس کے ذریعہ حاصل کی جاتی ہے، اور انعکاس کے واسطے سے ہونے والی رویت کا بھی اصل کی رویت ہونا تفصیل سے بیان کیا جاچکا ہے۔

نیز اگر رفریکٹنگ ٹیلیسکوپ میں نظر آنے والی چیز کو سیدھا دکھانے کے لیے عام آئی پیس کے ساتھ اضافی ڈایاگنل (diagonal) بھی مستعمل ہو، تو رفریکٹنگ ٹیلیسکوپ میں بھی اس حصہ میں انعکاس پایا جاتا ہے، اس لیے کہ ڈایاگنل میں آئینہ یا منشور[10] (prism) ہوتا ہے۔ آئینہ کی صورت میں تو انعکاس واضح ہے، اور منشور استعمال ہونے کی صورت میں ایک خاص قسم کا انعکاس یعنی (Total Internal Reflection: مکمل اندرونی انعکاس) بہر حال پایا جاتا ہے۔ چنانچہ رفلیکٹنگ ٹیلیسکوپ (reflecting telescope) سے متعلق تفصیل، بائناکولرز (binoculars) اور رفریکٹنگ ٹیلیسکوپ (refracting telescope) کی اس خاص صورت کو بھی شامل ہے۔

لہٰذا رفریکٹنگ ٹیلیسکوپ (refracting telescope) یا رفلیکٹنگ ٹیلیسکوپ (reflecting telescope) یا بائناکولرز (binoculars) کے ذریعہ رویت، اگر شرعی ضابطۂ شہادت کے معیار پر اُترے تو اس کی بنیاد پر ثبوتِ شہر کا حکم لگایا جانا درست معلوم ہوتا ہے۔

(۳)۔۔۔رویتِ ہلال کے مسئلہ میں آئینہ یا پانی کے واسطہ حاصل رویت کو مذکورہ مسائل پر قیاس کرتے ہوئے غیر معتبر قرار دینا درست معلوم نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ فقہاءِ کرام رحمہم اللہ نے آئینہ یا پانی میں حاصل رویت پر جو

---

(9) رفریکٹنگ ٹیلیسکوپ بنیادی طور پر دو عدسوں سے مرکب ہوتا ہے، ایک بڑا بیرونی عدسہ، اور ایک چھوٹا عدسہ جسے چشمیہ کہتے ہیں۔ بیرونی عدسہ کے ذریعے روشنی جمع کی جاتی ہے؛ اور یہ عدسہ جتنا بڑا ہو، اتنی زیادہ روشنی جمع ہوتی ہے اور خلاء کے نسبتاً مدھم افلاک آسانی سے صاف نظر آتے ہیں۔ چنانچہ روشنی کی لہریں جب بیرونی عدسہ پر آکر پڑتی ہیں، تو عدسہ کی خمی کے باعث لہروں کی سمت اندرونی طرف منحرف ہو جاتی ہے۔ پھر یہ لہریں درمیان میں ایک دوسرے کو کاٹتی ہیں؛ یہ محلِ انقطاع نقطۂ ارتکاز کہلاتا ہے، بیرونی عدسہ سے اس نقطے کی دوری جتنی زیادہ ہو، چشمیہ عدسہ چیز کو اتنا زیادہ بڑا کر کے دکھاتا ہے۔ بالآخر روشنی کی لہریں دوسری طرف چھوٹے چشمیہ عدسہ سے گزر کر دیکھنے والے کی آنکھ کو پہنچتی ہیں۔ چونکہ لہر کی سمت اور رفتار کے شفاف واسطہ سے گزر کر بدل جانے کو اہلِ فن کے یہاں رفریکشن کہتے ہیں، اسی وجہ سے دوربین کی اس قسم کو رفریکٹنگ کا نام دیا گیا ہے۔

جبکہ رفلیکٹنگ ٹیلیسکوپ ایک طرف سے تو عموماً خالی ہوتا ہے، البتہ دوسری طرف ایک بڑا خم دار آئینہ ہوتا ہے، اس ٹیلیسکوپ کی اوپری خالی طرف کے قریب درمیان میں چھوٹا آئینہ بھی ہوتا ہے جس کا رُخ مکمل طور پر بڑے آئینہ کی سیدھ میں نہیں ہوتا، بلکہ ترچھا ہوتا ہے۔ چنانچہ روشنی کی لہریں ٹیلیسکوپ کی خالی طرف سے داخل ہو کر بڑے خم دار آئینہ پر واقع ہوتی ہیں۔ چونکہ آئینہ کے اندر سے لہریں نہیں گزر سکتیں، اس لیے واپس اسی طرف لوٹتی ہیں جہاں سے وہ آئی تھیں، (لہروں کی اسی واپسی کو اہلِ فن کے یہاں رفلیکشن کہتے ہیں)۔ نیز بڑے آئینہ کی خمی کی وجہ سے لہریں اندر کی طرف مزید خم کھا جاتی ہیں، جس کی وجہ سے درمیان کے چھوٹے آئینہ پر روشنی کی لہروں کا بہترین اجتماع واقع ہوتا ہے جو چشمیہ عدسہ کی طرف منعکس ہو کر بالآخر دیکھنے والے کے آنکھ میں پڑتی ہیں۔

(10) ایسا شفاف عدسہ، جو عموماً مثلثی ہوتا ہے، جس کی انعطافی سطحیں ایک دوسرے سے زاویہ حادّہ پر ہوتی ہیں۔

جاری ہے۔۔۔

دار الافتاء

بعض مسائل میں احکام مرتب نہیں فرمائے، اس کی وجہ یہ نہیں کہ یہ رویت کسی واسطہ سے ہوئی ہے، بلکہ بظاہر خیارِ رویت کے مسئلہ میں خیارِ رویت سے مقصود (علم بالمقصود من البیع) کا عدمِ حصول، حرمتِ مصاہرت اور رجوعِ فعلی میں احتیاط در احتیاط کا لزوم، اور یمین اور طلاق کے مسئلوں میں مدارِ کار عرف پر ہونا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ خیارِ رویت کا مقصد، بیع سے مقصود کا علم (مبیع کی مطلوب حد تک پہچان اور اس کے تمام مقصودی مواصفات پر اطلاع) ہے؛ یہ علم خواہ رویت کے ذریعہ حاصل ہو یا رویت کے بغیر ہی کسی دوسرے طریق سے، جیسے بھی یہ مقصود حاصل ہو جائے، خیار ساقط ہو جائے گا، ورنہ باقی رہے گا[11]۔ معلوم ہوا کہ حکم (سقوطِ خیار) کا مدار حصولِ مقصود ہے۔ اس بناء پر درمیان میں شفاف چیز کا فاصلہ یا کسی انعکاسی چیز کا واسطہ آنا خیارِ رویت پر مطلقاً اثر انداز نہیں ہوگا، بلکہ صرف اس صورت میں موثر ہوگا کہ جب وہ مخل بالمقصود ہو، یعنی اس سے مبیع کی ہیئت اس طرح بدل جائے کہ مطلوب پہچان حاصل نہ ہو۔

اسی وجہ سے اگر یہ مطلوب پہچان کسی کے حق میں رویت کے بغیر ہی حاصل ہو جائے، مثلاً نابینا کو مبیع کے مواصفات بیان کرنے سے، یا ایسی چیز جس کی معرفت چھونے یا سونگھنے یا چکھنے سے تعلق رکھتی ہو، اسے بغیر دیکھے اندھیرے میں چھونے، سونگھنے، یا چکھ لینے سے، تو بلا رویت ہی مقصود حاصل ہونے کی وجہ سے خیار ساقط ہو جائے گا[12]۔ اسی طرح اگر یہ مطلوب پہچان، مبیع کی سابقہ رویت سے حاصل ہو چکی ہو، تو اب خیارِ رویت کی بنیاد پر فسخِ بیع کا اختیار نہ ہوگا،

---

(11) لما في فقه البيوع للعلامة محمد تقي العثماني، (۲/ ۸۲۳): الباب الثاني في الخيارات في البيع الصحيح: حدود الرؤية والرؤية التي يسقط بها الخيار رؤية ما يدل على العلم بالمقصود، لأن رؤية جميع أجزاء المبيع غير مشروط، لتعذره، فيكتفي بما هو مقصود، والباقي تبع له ... فينبغي أن ينظر إلى ما هو مقصود في كل نوع من المبيعات حسب العرف والعادة ... وبما أن المقصود بالرؤية العلم بما هو مقصود البيع، فإن الرؤية لا تختص برؤية النظر، بل قد يحتاج المشتري إلى الجس كما في الحيوان، أو إلى الشم كما في الطيب، أو إلى الذوق كما في المطعومات، فقد يحتاج إلى مثل هذه الأعمال مع الرؤية لحصول العلم الكافي، وقد تنوب هذه الأعمال عن الرؤية، كالشم في الطيب إذا اشتراه ليلا، أو إذا كان المشتري أعمى. فتكفي هذه الأعمال لسقوط خيار الرؤية إن حصل بها العلم المقصود.

(12) لما في «فتح القدير» للكمال ابن الهمام، ت. ۸٦۱هـ (٦/ ۳٤۸): [كتاب البيوع] ← [باب خيار الرؤية]
(قوله وبيع الأعمى وشراؤه جائز) باتفاق الأئمة الثلاثة. وقال الشافعي: لا يجوز إلا في السلم، والشراء يمد في لغة الحجاز، ويقصر لأهل نجد (وله الخيار إذا اشترى؛ لأنه اشترى ما لم يره) فيدخل في عموم قوله ﷺ في الحديث السابق «من اشترى ما لم يره فله الخيار إذا رآه» (وقد قررناه من قبل) في أول الباب؛ ولأن الناس تعارفوا معاملة العميان بيعا وشراء، والتعارف بلا نكير أصل في الشرع بمنزلة إجماع المسلمين (ثم يسقط خياره بجسه المبيع إذا كان يعرف بالجس) كالشاة (ويشمه إذا كان يعرف بالشم) كالطيب (وبذوقه إذا كان يعرف بالذوق) كالعسل. وقوله (كما في البصير) ظاهر في أن البصير إذا لم ير المبيع ولكن شمه فقط وهو مما يعرف بالشم

جاری ہے۔۔۔

دار الافتاء

جبکہ اس رویت کے بعد کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہو(13)۔

البتہ جن عبارات میں خیارِ رویت کے مسئلہ میں انعکاس کے واسطہ حاصل رویت سے مطلقاً خیار کا ساقط نہ ہونا معلوم ہوتا ہے(14)، تو شریعت کے ثابت کردہ خیار کے مقصود کو دیکھتے ہوئے ان عبارات کا مطلب و محمل یہ سمجھ آتا ہے کہ یہ حکم ان اشیاء کی حد تک ہے جن میں واسطہ کی وجہ سے شئی ایسی تبدیل شدہ دکھائی دے جو مخل بالمقصود ہو، مثلاً: دیکھی جانے والی چیز کی شکل، آئینہ کی شکل کے مطابق بدل جائے۔

حتّٰی کہ اگر شفاف فاصلہ سے بھی مخل بالمقصود تبدیلی ہو جائے، مثلاً: رنگین شیشہ، مبیع (مثلاً تیل وغیرہ) کی مقصود رنگت تبدیل کردے، یا تیل ایسا ہو جو ہاتھ میں انڈیل کر پرکھنے سے تعلق رکھتا ہو، تو ان صورتوں میں شفاف فاصلہ سے دیکھنے کے باوجود خیار ساقط نہیں ہوگا(15)، حالانکہ یہ اصل کی ہی رویت ہے اور آئینہ کی مدد اور توسّط سے ہونے والی رویت کے مقابلہ میں براہِ راست رویت ہے (جسے فقہاءِ کرام رحمہم اللہ نے نفوذ البصر سے تعبیر کیا ہے)۔

اس کے برخلاف رویتِ ہلال کے مسئلہ میں رؤية بجميع المواصفات مقصود نہیں، بلکہ اصل چاند کی رویت مقصود ہے، جو دوربین میں واقع انعکاس اور انعطاف کے باوجود بہرحال حاصل ہے۔ نیز اگر چاند کے مواصفات بدلے ہوئے بھی دکھائی دیں تب بھی اصل چاند کی رویت چونکہ حاصل ہے، اس لیے شرعی ضابطۂ شہادت پورا ہوتے ہوئے ثبوتِ شہر کا حکم لگایا جائے گا۔ اسی طرح رویتِ ہلال کے مسئلہ میں سابقہ رویت یا محض مواصفات بیان کردینا کافی نہیں،

كالمسك ونحوه فرضي به ثم رأى فلا خيار له (ولا يسقط خياره في العقار حتى يوصف له) لأن الوصف يقام مقام الرؤية كما في السلم.

(13) كما في «تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق» لفخر الدين الزيلعي، ت. ٧٤٣هـ (٤/ ٢٥)

لأن سبب ثبوت هذا الخيار جهالة أوصاف المبيع، بدليل أنه لو رآه قبل العقد لا يكون له الخيار، والجهالة تزول بالرؤية، والخيار يسقط بزوال سببه، كخيار العيب يسقط بزوال العيب.

(14) كما في «البحر الرائق شرح كنز الدقائق» لزين الدين ابن نجيم، ت. ٩٧٠هـ، (٦/ ٣٣): [كتاب البيع] ← [باب خيار الرؤية]

وفي التحفة: لو نظر في المرآة فرأى المبيع قالوا لا يسقط خياره لأنه ما رأى عينه بل رأى مثاله ولو اشترى سمكا في ماء يمكن أخذه من غير اصطياد فرآه في الماء قال بعضهم يسقط خياره لأنه رأى عين المبيع وقال بعضهم لا يسقط وهو الصحيح لأن المبيع لا يرى في الماء على حاله بل يرى أكبر مما كان فهذه الرؤية لا تعرف المبيع.

(15) كما في «تحفة الفقهاء»، لعلاء الدين السمرقندي، ت. ٥٤٠هـ (٢/ ٨٨): كتاب البيوع ← باب خيار الرؤية

ولو اشترى دهن سمسم في قارورة فرأى من خارج القارورة الدهن في القارورة روى ابن سماعة عن محمد أنه قال يكفي ويسقط خياره لأن رؤيته من الخارج تعرفه حالة الدهن فكأنه رآه خارج القارورة في قصعة ونحوها ثم اشتراه. وروي عن محمد في رواية أخرى أنه لا يبطل ما لم ينظر إلى الدهن بعدما يخرج من القارورة لأن لون الدهن مما يتغير بلون القارورة.

جاری ہے۔۔۔

دار الافتاء

جبکہ خیارِ رویت کے مسئلہ میں اگر سابقہ رویت یا بیانِ مواصفات کے ذریعہ مقصود حاصل ہو تو کافی ہیں۔ لہٰذا خیارِ رویت کے مسئلہ پر قیاس درست نہیں۔

نیز فقہاءِ کرام رحمہم اللہ کے کلام سے حرمتِ مصاہرت، رجوعِ فعلی، اور یمین و طلاق کے مسئلوں میں بھی انعکاس کے ذریعہ دیکھنے پر احکام کا مرتب نہ ہونا ملتا ہے۔ سو اس کی بھی وجہ یہ نہیں کہ انعکاس کے واسطہ سے دیکھنا اصل کی رویت ہی نہیں، بلکہ ان مسائل میں بھی مدارِ حکم مختلف ہے۔

حرمتِ مصاہرت کے مسئلہ میں کسی اجنبی عورت کو چھونے سے حرمتِ مصاہرت کا ثابت ہونا احتیاط کی بنیاد پر مختلف مصالح کے پیشِ نظر لگایا گیا ہے[16]، ورنہ اصلاً تو عورت میں حلتِ نکاح ہے۔ پھر حرمت بالنظر کا حکم مزید احتیاط کی بنیاد پر ہے، چنانچہ کڑی شرائط کے ساتھ مقید ہے[17]، جن میں سے بعض قیود فقہاءِ کرام رحمہم اللہ کی عبارات میں صراحت کے ساتھ ملتی ہیں، (یعنی النظر الی الفرج الداخل بشھوۃ)۔ لہٰذا اگر انعکاس کے واسطہ سے دیکھنے پر بھی حرمت کا حکم لگایا جاتا، تو یہ احتیاط در احتیاط شمار ہوتی، جس کی حاجت نہیں۔ اور اس صورت کو مثبتِ حرمت مان لینے کے لیے مستقل دلیل کی ضرورت ہوگی، جو موجود نہیں۔ نیز خود حرمتِ مصاہرت کے مسئلہ کے احتیاط پر مبنی ہونے کو دیکھا جائے تو یہ احتیاط در احتیاط در احتیاط ہوگا، (یعنی اصل حکم پھر حرمت بالنظر کے بعد بالواسطہ نظر احتیاط کا تیسرا درجہ بنے گا)، جسے مثبتِ حرمت بنانے کی بظاہر گنجائش نہیں۔ معلوم ہوا کہ حرمتِ مصاہرت کے مسئلہ میں اثباتِ حرمت کے لیے دیگر شرائط کے ہوتے ہوئے

---

(16) لـما في «فتح القدير» للكمال ابن الهمام، ت. ٨٦١هـ (٣/ ٢٢٤): [كتاب النكاح] ← [فصل في بيان المحرمات]

(قوله والمعتبر النظر إلى الفرج الداخل) وعن أبي يوسف: النظر إلى منابت الشعر محرم، وقال محمد: أن ينظر إلى الشق. وجه ظاهر الرواية أن هذا حكم تعلق بالفرج، والداخل فرج من كل وجه، والخارج فرج من وجه، وأن الاحتراز عن النظر إلى الفرج الخارج متعذر فسقط اعتباره اهـ ولقائل أن يمنع الثاني ويقول في الأول: قد تقدم للمصنف في فصل الغسل من أول الكتاب ما إذا نقل نظيره إلى هنا كان هذا التعليل موجبا للحرمة بالنظر إلى الخارج وهو قوله: ولنا أنه متى وجب الغسل من وجه فالاحتياط في الإيجاب والموضع الذي نحن فيه موضع الاحتياط. **وقد يجاب بأن نفس هذا الحكم وهو التحريم بالمس ثبوته بالاحتياط فلا يجب الاحتياط في الاحتياط.**

(17) لـما في «رد المحتار على الدر المختار» لابن عابدين الشامي، ت. ١٢٥٢هـ، (٦/ ٣٧٢): [كتاب الحظر والإباحة] ← [فصل في النظر والمس]

الثاني: لم أر ما لو نظر إلى الأجنبية من المرآة أو الماء، وقد صرحوا في حرمة المصاهرة بأنها لا تثبت برؤية فرج من مرآة أو ماء، لأن المرئي مثاله لا عينه، بخلاف ما لو نظر من زجاج أو ماء هي فيه لأن البصر ينفذ في الزجاج والماء، فيرى ما فيه ومفاد هذا أنه لا يحرم نظر الأجنبية من المرآة أو الماء، إلا أن يفرق بأن حرمة المصاهرة بالنظر ونحوه شدد في شروطها، لأن الأصل فيها الحل، بخلاف النظر لأنه إنما منع منه خشية الفتنة والشهوة، وذلك موجود هنا ورأيت في فتاوى ابن حجر من الشافعية ذكر فيه خلافا بينهم ورجح الحرمة بنحو ما قلناه والله أعلم.

جاری ہے۔۔۔

فرجِ داخل کو دیکھ لینا کافی نہیں ہے، بلکہ حکم کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ دیکھنا براہِ راست اور بلاواسطہ ہو، یا کم از کم براہِ راست رویت کے حکم میں ہو۔

نیز اس سلسلہ میں اگرچہ شفاف فاصلہ اور انعکاسی واسطہ سے حاصل رویتیں اصل کی ہی حقیقی رویت ہیں، لیکن دونوں کے طریقۂ کار اور کردار کے لحاظ سے، حاصل شدہ رویتوں میں شدّت کا فرق بہر حال واضح ہے[18]۔ اس لیے کہ شفاف واسطہ کے پیچھے موجود چیز کی رویت بلاواسطہ دیکھنے کے حکم میں ہی ہے۔ کیوں کہ اس میں نفوذ البصر اور حقیقۃً مقابل ہونا پایا جاتا ہے، نیز اس شفاف واسطہ کا دکھانے میں کوئی کردار نہیں، بلکہ اس کے پیچھے اصل چیز اس کی مدد کے بغیر ہی دیکھ لی گئی ہے، اور زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ دکھائی دینے میں یہ شفاف فاصلہ حائل نہیں بنا۔ جبکہ انعکاسی واسطہ کی مدد سے حاصل رویت کو کسی صورت بلاواسطہ رویت نہیں کہا جاسکتا۔ اس لیے کہ اس انعکاسی واسطہ کا دکھانے میں بنیادی کردار ہے بلکہ چیز اصلاً اسی پر دیکھی گئی ہے[19]۔ اسی طرح اس میں حقیقی مقابلہ نہیں، اگرچہ اسے بھی فی حکمِ المقابل تسلیم کیا گیا ہے[20]۔

---

(18) كما في شرح الخرشي على مختصر خليل، ت. ١١٠١هـ، (٨/ ٢٣١): [باب في الفرائض] ← [إرث الخنثى المشكل]

فإن ضرب بوله في الحائط، أو أشرف على الحائط فهو ذكر، وإن بال بين فخذيه فهو أنثى وقيل تنصب له مرآة أمامه وينظر فيها إلى مباله بأن يجلس أمامه ينظر منها له وتعقب هذا بأنه لا يجوز النظر لصورة العورة كما لا يجوز النظر إليها.

وتحته في حاشية العدوي:

(قوله بأن يجلس أمامه) أي: بأن يكون ذلك الناظر متوسطا بين الخنثى والمرآة أقول ويصح أن يجلس خلف الخنثى.

(قوله لصورة العورة) لا يخفى أن صورة العورة ما قام بالعورة؛ لأن صورة الشيء ما قام بذلك الشيء ففي العبارة حذف أي مثل صورة العورة وقوله وتعقب هذا إلخ أقول إن كان هذا الحكم منصوصا فمسلم وإلا فالظاهر خلافه والظاهر أن المراد صورة العورة مما هو مستند للعورة وإلا فلو وجدت صورة العورة في قطعة طين مصورة بصورة الذكر فلا حرمة في النظر لذلك.

(19) جبکہ دور بین، چاہے انعطافی ہو یا انعکاسی، بنیادی طور پر دکھانے کا ہی کردار ادا کرتی ہیں، اس لیے انعطافی دور بین کو بھی بلاواسطہ کے حکم میں کہنا محلِ نظر ہوگا۔ لہٰذا دور بین سے فرجِ داخل دیکھنا اگرچہ اصل کی ہی رویت ہوگی، لیکن براہِ راست رویت کے حکم میں نہ ہونے کی وجہ سے مثبتِ حرمت معلوم نہیں ہوتی۔

(20) «مفاتيح الغيب» لفخر الدين الرازي، ت. ٦٠٦هـ، (٢٣/ ٣٨٢): [سورة النور (٢٤): آية ٣٥]

السابع عشر: الإدراك البصري لا يحصل إلا للشيء الذي في الجهات، ثم إنه غير متصرف في كل الجهات بل لا يتناول إلا المقابل أو ما هو في حكم المقابل، واحترزنا بقولنا في حكم المقابل عن أمور أربعة: الأول: العرض فإنه ليس بمقابل لأنه ليس في المكان، ولكنه في حكم المقابل لأجل كونه قائما بالجسم الذي هو مقابل، الثاني: رؤية الوجه في المرآة، فإن الشعاع يخرج من العين إلى المرآة، ثم يرتد منها إلى الوجه فيصير الوجه مرئيا، وهو من هذا الاعتبار كالمقابل لنفسه. الثالث: رؤية الإنسان قفاه إذا جعل إحدى المرآتين محاذية لوجهه والأخرى لقفاه. والرابع: رؤية ما لا يقابل بسبب انعطاف الشعاع في الرطوبات كما هو مشروح في كتاب المناظر.

جاری ہے۔۔۔

دار الافتاء

چنانچہ جن عبارات میں شفاف فاصلہ کے ساتھ رویت کی صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت کرنے کا حکم ملتا ہے[21]، اس کی وجہ بظاہر یہی ہے کہ شفاف فاصلہ کے پیچھے موجود چیز کی رویت براہِ راست رویت سے قریب تر ہے، بلکہ اسی کے حکم میں ہے۔

اور چونکہ بذریعہ نظر رجوعِ فعلی ثابت ہونے کے لیے بھی وہی شرائط ہیں، جو حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے لیے ہیں[22]، لہٰذا واسطہ کے ذریعہ دیکھنے سے حرمتِ مصاہرت کے ثابت نہ ہونے کی طرح، رجوع بھی ثابت نہ ہوگا۔

جبکہ یمین وطلاق کے مسئلوں میں اگر چاند دیکھنے پر تعلیق پائی جائے، پھر آئینہ سے چاند دیکھ لیا جائے، تو حنث اور طلاق واقع نہیں ہوتے۔ تاہم اس کی وجہ یہ نہیں کہ یہ رویت کسی واسطہ سے ہوئی ہے تو معتبر نہیں ہوگی یا یہ اصل کی رویت نہیں، بلکہ ان مسائل میں مدارِ کار عرف پر ہونے کی وجہ سے احکام مرتب نہیں ہوئے[23]۔ یعنی عمومی عرف میں ان مسائل میں تعلیق کی صورت میں بغیر واسطہ کے دیکھنا مراد ہوتا ہے۔

---

(21) كما في «البحر الرائق شرح كنز الدقائق» لزين الدين ابن نجيم، ت. ٩٧٠هـ (٣/ ١٠٨): [كتاب النكاح] ← [فصل في المحرمات في النكاح]

والنظر من وراء الزجاج يوجب حرمة المصاهرة بخلاف المرآة؛ لأنه لم ير فرجها، وإنما رأى عكس فرجها، وكذا لو وقف على الشط فنظر إلى الماء فرأى فرجها لا يوجب الحرمة ولو كانت هي في الماء فرأى فرجها تثبت الحرمة.

وفي «فتح باب العناية بشرح النقاية» للملا علي القاري، ت. ١٠١٤هـ (٢/ ١٥): كتاب النكاح

ولو نظر إلى فرجها من وراء زجاج، أو من وراء ماء بأن كانت في الماء، تثبت المصاهرة، ولو نظر فرجها في المرآة لا تثبت، لأنه عكس فرجها لا حقيقته، ولو نظرت المرأة إلى ذكر الرجل فهو مثل نظر الرجل إلى فرج المرأة.

(22) لما في «الفتاوى الهندية»، (١/ ٤٦٩): كتاب الطلاق ← الباب السادس في الرجعة وفيما تحل به المطلقة وما يتصل به

النظر إلى داخل فرجها بشهوة رجعة كذا في فتح القدير ولا يكون بالنظر إلى شيء من بدنها سوى الفرج رجعة كذا في التبيين. كل ما تثبت به حرمة المصاهرة تثبت به الرجعة، كذا في التتارخانية.

وفي «كتاب المبسوط» لشمس الأئمة السرخسي، ت. ٤٨٣هـ (٦/ ٢١): كتاب الطلاق ← باب الرجعة

وكذلك لو قبلها بشهوة أو لمسها بشهوة أو نظر إلى فرجها بشهوة، لأن هذه الأفعال تختص بالملك الموجب للحل كالوطء، فتكون مباشرته دليل استبقاء الملك، ألا ترى في ثبوت حرمة المصاهرة جعلت هذه الأفعال بمنزلة الوطء؟ فكذلك في حكم الرجعة ... (قال) ولا يكون النظر إلى شيء من جسدها سوى الفرج رجعة، لأن ذلك لا يختص بالملك، ولأنه لا تثبت به حرمة المصاهرة، ولأن النظر إلى الفرج نوع استمتاع، فإن النظر إلى الفرج إما لحسنه أو للاستمتاع وليس في الفرج معنى الحسن فكان النظر إليه استمتاعا بخلاف سائر الأعضاء والنظر إلى الفرج بغير شهوة لا يكون رجعة لأنه غير مختص بالملك.

(23) لما في «الدر المختار» للحصكفي، ت. ١٠٨٨هـ (٣/ ٧١٢): [كتاب الأيمان]

فإن الأيمان مبنية على العرف، فما تعورف الحلف به فيمين وما لا فلا.

جاری ہے۔۔۔

دار الافتاء جامعہ دار العلوم

لہٰذا یمین اور طلاق کے باب میں آئینہ میں دیکھے ہوئے چاند میں حقیقۃً اصل کی رویت ہونے کے باوجود، عرفاً یہ کہنا درست ہوگا کہ میں نے چاند نہیں دیکھا بلکہ عکس، مثال یا خیال دیکھا ہے، لہٰذا مدار کار عرف پر ہونے کی وجہ سے حکم بھی مرتب نہ ہوگا(24)۔ البتہ اگر کسی عرف میں ان مسائل میں واسطہ کے ذریعہ دیکھنا بھی مراد ہو، تو اس کے مطابق حنث اور وقوعِ طلاق کا حکم لگایا جانا بھی قرینِ قیاس ہوگا(25)۔

جبکہ رویتِ ہلال کے مسئلہ میں دوربین کی مدد سے چاند دیکھنے کی صورت میں عرفاً یہ نہیں کہا جائے گا کہ میں نے چاند نہیں دیکھا یا یہ کہ چاند کا عکس دیکھا ہے، بلکہ حقیقت کے مطابق عرف میں بھی اسے اصل چاند کا دیکھنا کہا اور سمجھا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رویتِ ہلال کے مسئلہ میں واسطہ اور عدمِ واسطہ سے ثبوتِ شہر کے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، اس لیے کہ مدارِ حکم اصل چاند کی حقیقی رویت ہے۔ اور یہ مدار دونوں دوربینوں میں پایا جاتا ہے، گو انعکاسی دوربین میں بواسطۂ مثال بھی مان لیا جائے، کیوں کہ یہ اصل کی شعاعیں ہونے کی بناپر اصل کی ہی رویت ہے۔ چنانچہ دوربین کی رویت، ثبوتِ شہر کے لیے معتبر رویت ہے، جبکہ دیگر مذکورہ مسائل میں اصل مدارِ حکم ہی مختلف ہے، جس کی وجہ سے ان مسائل پر رویتِ ہلال کے مسئلہ کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق معلوم ہوتا ہے۔

(۴)۔۔۔ مقالہ نگار کی مذکورہ بات درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہماری معلومات کے مطابق حضرت تھانوی صاحب رحمہ اللہ کے فتویٰ سے تقریباً ساڑھے چار سال قبل حضراتِ احناف میں سے حضرت شیخ محمد بخیت مصری مطیعی رحمہ اللہ (دیارِ مصریہ کے سابق مفتی اعظم) نے ایک رسالہ بنام إرشاد أهل الملة إلى إثبات الأهلة تحریر فرمایا ہے، جس کے

---

(24) لـما في «العزيز شرح الوجيز» المعروف بالشرح الكبير لعبد الكريم الرافعي، ت. ٦٢٣هـ (٩/ ١٤٣): كتاب الطلاق ← الشطر الثاني من الكتاب في التعليقات ← الفصل السادس في مسائل الدور

الخامسة: إذا قال: إن رأيت فلانا، فأنت طالق، فرأته حيا أو ميتا، مستيقظا أو نائما، وقع الطلاق ... ولو رأته في المنام، لا تطلق؛ فإنه لا يقع اسم الرؤية المطلقة عليه، وإن كان في ماء صاف لا يمنع الرؤية فرأته فيه، فعن القاضي الحسين: أنه لا يقع الطلاق، والصحيح الوقوع، والماء اللطيف بين الرائي والمرئي كأجزاء الهواء بينهما، ولهذا لا تصح صلاة الواقف في هذا الماء ويكون حكمه حكم العارين، ولو رأته من وراء زجاج شفاف، فهو كما لو كان في الماء فرأته. ولو نظرت في المرآة أو في الماء فرأته، قال الإِمام هذا فيه احتمال؛ لأنه، وإن حصَلَت الرؤية في الحقيقة، لكنه يصح في العرف أن يقال: ما رآه، وإنما رأى مثاله أو خياله، والظاهر أنَّه لا يقَعُ الطلاق.

وفي «عيون المسائل» لأبي الليث السمرقندي الحنفي، ت. ٣٧٣هـ (١/ ١٧٠): باب الأيمان ← رؤية المحلوف عليه في زجاجة

٨٧٣ - ابن سماعة عن محمد في رجل حلف لا ينظر إلى فلان فرآه من خلف ستر أو خلف زجاجة يتبين له من خلفها وجهه حنث.

(25) لـما في «الاختيار لتعليل المختار» لابن مودود الموصلي، ت. ٦٨٣هـ (٤/ ٧١): [كتاب الأيمان] ← [فصل انعقاد اليمين]

قال: (والعقد اللؤلؤ ليس بحلي حتى يكون مرصعا) والمعتبر في اليمين العرف لا الحقيقة، ولفظ القرآن كما تقدم. وقال أبو يوسف ومحمد: هو حلي وإن لم يكن مرصعا لأنه حلي حقيقة بدليل تسمية القرآن وعليه الفتوى، لأنه صار معتادا فهو اختلاف عادة وزمان.

جاری ہے۔۔۔

صفحہ (۲۹۳-۲۹۴) میں حضرت نے دور بین کے ذریعہ رویتِ ہلال کو عینِ ہلال کی رویت ہونے کی بنیاد پر معتبر قرار دیا، اور دور بین کو ایسی اشیاء کی رویت کے لیے بینائی کا معاونِ محض فرمایا جو دوری یا چھوٹے ہونے کی وجہ سے دور بین کے بغیر نہیں دیکھی جاسکتیں۔ اور بلکہ عینک کے استعمال کو نظیر بناتے ہوئے اس کے ذریعہ دیکھنے کو بلاامتیاز آنکھ سے دیکھنے کی طرح ہی قرار دیا[(26)]۔ حالانکہ حضرت کے کلام سے ان کے یہاں پانی یا آئینہ کے عکس کے ذریعہ ہونے والی رویت کا غیر معتبر ہونا معلوم ہوتا ہے۔

نیز دیگر ماضی قریب کے علماءِ کرام نے بھی دور بین کی رویت کو ہلال کے مسئلہ میں معتبر قرار دیا، اور انہوں نے اپنی تحقیق کے لیے حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانوی قدس اللہ تعالی سرہٗ کے فتویٰ کو بنیاد نہیں بنایا، (جیسا کہ مجلس ھیئۃ کبار العلماء اور مجمع الفقہ الاسلامی الدولی جدہ کے متفقہ فیصلے، اور شیخ ابن باز اور شیخ ابن عثیمین رحمہما اللہ کے فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے)(27)۔

(۵)۔۔۔ واضح رہے کہ اولاً تو بذریعۂ دور بین رویتِ ہلال کا معتبر ہونا، عینک پر قیاس کرتے ہوئے نہیں، بلکہ حدیثِ شریف سے ثابت شدہ دونوں ضروری امور (حقیقی رویت اور حقیقی ہلال کی رویت) حاصل ہونے کی وجہ سے ہے۔ البتہ یہ چونکہ بواسطہ رویت ہونے کی وجہ سے محلِ اشکال ہو سکتا تھا، اس لیے بظاہر حضرتِ اقدس حکیم الامت قدس سرہٗ نے نظیر کے طور پر عینک پیش کی، کہ فی الجملہ فاصلہ اور واسطہ عینک میں بھی ہے لیکن اس کے باوجود بذریعۂ عینک رویت کا معتبر ہونا ایک امرِ مسلم ہے۔ نیز عینک اور دور بین دونوں میں فنی اعتبار سے قدرے یکسانیت بھی پائی جاتی ہے، اس لحاظ سے کہ دونوں میں عدسہ مستعمل ہوتا ہے (البتہ انعطافی دور بین میں مقصوداً اور انعکاسی میں ضمناً)۔ بلکہ قریب کی نظر کی درستگی کے

---

(26)ففي «إرشاد أهل الملة إلى إثبات الأهلة» لمحمد بخيت المطيعي، ت. ١٣٥٤هـ (ص٢٩٣-٢٩٤)

(فائدة) تقبل شهادة الرائي للهلال ولو رأى بالنظارة المعظمة متى كان الهلال من شأنه أن يرى لغير حديد البصر جدا عندنا لأن المرئي بواسطتها هو عين الهلال، وإنما وظيفتها أنها تساعد البصر على رؤية الاشياء البعيدة أو الصغيرة مما لا تمكن رؤيته بدونها، فلا مانع حينئذ من ترائي الهلال الآن من الرصدخانة المصرية وغيرها بواسطة ما فيها من النظارات المجسمة. وأما ما قاله مشايخنا من عدم التعويل على رؤيته في الماء أو من وراء زجاج، فمحمول على أن المرئي مثال الهلال لا عين الهلال، لأن رؤية الهلال في الماء أو من وراء الزجاج إنما هي بطريق الانعكاس، فلا يكون المرئي حينئذ عين الهلال، بل المرئي قد يكون صورة كوكب انعكست إلى الماء أو الزجاج فيأخذ الشكل الذي يكون عليه فيهما، ولا يكون على شكله الحقيقي، فلا تقبل الشهادة لاحتمال أنه تشكل في الماء أو الزجاج بشكل الهلال فرؤى بصورة قوس صغير وليس هو الهلال، وأما الرؤية بواسطة النظارات المعظمة فهي كالرؤية بالعين بلا فرق، كما يعلم ذلك عند استعمال نظارة القراءة، والله الموفق لما فيه السداد.

(27) ☆ مجلس ھیئۃ کبار العلماء نے متفقہ فیصلہ کی قرارات میں تصریح فرمائی ہے کہ اگر رصدگاہ میں دور بین کے ذریعہ حقیقی رویت ہو جائے تو یہ معتبر بلکہ نافذ العمل ہے اگرچہ کھلی آنکھ سے رویت نہ ہوئی ہو، کیونکہ اس پر ہلال کی رویت صادق ہے، اور کھلی آنکھ کی رویت اور کھلی آنکھ سے بواسطہ دور بین رویت برابر ہیں۔ اور دور بین کی رویت اس لیے بھی معتبر ہے مثبِت نافی سے اولی ہوتا ہے۔ ☆ مجمع الفقہ الاسلامی نے بھی رصدگاہوں کی رویت پر اعتماد کو واجب قرار دیا ہے۔ (رصدگاہ وہ جگہ جہاں اونچائی پر دور بین وغیرہ آلات اجرام سماویہ کی تلاش کے لیے نصب ہوتے ہیں) ☆ شیخ ابن باز اور شیخ صالح بن عثیمین رحمہما اللہ جو کہ حنفی المذہب بھی نہیں ہیں جن کی جانب سے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے فتوی کی اتباع کا احتمال نہیں ہے، ان دونوں حضرات نے بھی دور بین کی رویت کو معتبر مانا ہے۔ چنانچہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، البتہ استعمال واجب بھی نہیں، نیز فرمایا کہ پہلے زمانے میں لوگ مناروں پر چڑھ کر اس کے ذریعہ چاند دیکھا کرتے تھے۔ اسی طرح ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب عین ہلال کی رویت ثابت ہو تو معتبر ہے، خواہ یہ رویت رصدگاہ سے ہو، یا پہاڑ، منارہ، اونچی سطح سے ہو، یا کسی بھی طریقہ سے ہو، البتہ بعینہ ہلال کی رویت پر ثقہ کی شہادت ضروری ہے۔

دار الافتاء

جاری ہے۔۔۔

لیے عینک میں عدسہ کی جو قسم (convex lens) استعمال کی جاتی ہے، انعطافی دور بین میں بھی وہی قسم مستعمل ہے، چنانچہ دکھائی دینے میں دونوں میں مستعمل واسطے ایک جیسے ہیں(28)۔

اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ دور بین اور عینک کے مقصود کے اعتبار سے حکم میں فرق کرنا درست نہیں، (عینک سے مقصود نظر کی کمی کو معمول کے مطابق پورا کرنا ہے، جبکہ دور بین سے مقصود معمول سے زائد نظر کی تقویت ہے)، بلکہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ ثبوتِ شہر کے لیے مدارِ حکم حقیقی رویت اور حقیقی ہلال کی رویت ہے، تو درمیان میں کسی واسطہ کا آنا، یا معمول سے زائد دکھائی دینا، اس سلسلہ میں معتبر رویت سے مطلقاً مانع نہیں۔

نیز اگرچہ عینک اور دور بین سے دیکھنے میں، مقصود کے تفاوت کی وجہ سے کچھ فرق تو ظاہر ہے، لیکن اس سے اصل (عدسہ) میں موجود مطابقت ختم نہیں ہوتی، اور نہ ہی کوئی ایسا فارق ثابت ہوتا ہے جو عینک کی رویت کو معتبر اور دور بین کی رویت کو غیر معتبر بنادے۔ چنانچہ اسے قیاس مع الفارق کہنا درست نہیں ہوگا۔

(۶)۔۔۔واضح رہے کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے فتویٰ میں جن امور کو فقہی تسامح قرار دیا گیا ہے، اوپر کے جوابات سے اس کا مغالطہ پر مبنی ہونا معلوم ہو چکا۔ نیز حضرت حکیم الامت صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے بعد جن حضرات نے بذریعۂ دور بین رویتِ ہلال کے معتبر ہونے کا فتویٰ دیا ہے، ان میں سے اکثر حضرات نے ان کی طرف منسوب کیے بغیر مستقل طور پر فتویٰ دیا ہے۔ چنانچہ ایسی صورتِ حال میں حضرت کے فتویٰ کو فقہی تسامح قرار دے کر بعد والوں کو اس تسامح کی اتباع کا الزام دینا مناسب طرزِ عمل نہیں۔ نیز شرح عقود رسم المفتی کی عبارت میں نقل میں غلطی، پھر بعد والوں کے اس غلطی کے اتباع کی مثال دی گئی ہے، جبکہ زیرِ بحث مسئلہ میں اکثر حضرات نے کسی دوسرے کی اتباع کیے بغیر اپنے طور پر فتویٰ دیا ہے۔

(۷)۔۔۔واضح رہے کہ چاند نظر آنے کا کم سے کم معیار کیا ہے، اس میں ماہرینِ فن کا شدید اختلاف ہے، لیکن ان معیارات کا تعلق مشاہدات کے تتبع سے ہے، کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے۔ شرعاً تو پہلی بار آنکھ سے واقعۃً چاند نظر آجانے

---

(28) انعطافی دور بین کی حد تک عینک اور دور بین کی رویت میں فنی اعتبار سے قدرے یکسانیت پائی جاتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ قریب دیکھنے کے لیے عینک اور انعطافی دور بینوں میں (convex) کانوکس لینسز استعمال ہوتے ہیں، کیوں کہ کانوکس لینسز کا کام، متوازی خطوطِ روشنی کو جمع کر کے اندر کی طرف موڑنا ہے۔

البتہ انعطافی دور بینوں میں مقصود، دور کی چیز بڑھی ہوئی دکھانا ہوتا ہے۔ فنی طور پر لینسوں کے درمیان جتنی دوری ہو، اور اس کے نتیجہ میں نقطۂ ارتکاز اور بیرونی عدسہ میں جتنی دوری ہو، اس سے چیز اتنی زیادہ بڑھی ہوئی نظر آتی ہے۔ چنانچہ کانوکس لینس کا استعمال اسی لیے ہے کہ وہ متوازی خطوطِ روشنی کو اندر کی طرف منحرف کرتا ہے، جس کی وجہ سے نقطۂ ارتکاز پیدا ہوتا ہے۔ ورنہ اگر یہ لینز نہ ہوتا تو نقطۂ ارتکاز بھی نہیں بنتا، بلکہ خطوط سیدھی ہی چلتی رہتیں۔ اور انعطافی دور بین میں چیز الٹی نظر آنے کی وجہ بھی دو لینسوں کے درمیان اس نقطۂ ارتکاز کا آنا ہے، جس کی وجہ سے اوپر کی طرف نیچے اور نیچے کی طرف اوپر نظر آتی ہے۔

جبکہ قریب دیکھنے کے لیے عینک کی ضرورت فنی طور پر جب ہوتی ہے جب ریٹینا (آنکھوں کا لینز) اور لہروں کے نقطۂ ارتکاز میں معمول سے زیادہ دوری ہو، تو قریب کی چیز صاف نہیں دکھائی دیتی۔ اس نقطۂ ارتکاز کو قریب لانے کے لیے حل یہ ہے کہ خطوطِ روشنی کو اندر کی طرف موڑا جائے، اور یہ مقصد کانوکس لینز سے حاصل ہوتا ہے، جو عینک میں مستعمل ہوتا ہے۔ جب عینک کا کانوکس لینز خطوطِ روشنی کو جمع کر کے ریٹینا پر ڈالتا ہے، تو لہروں کے مڑنے سے چیز صاف دکھائی دیتی ہے، نیز نقطۂ ارتکاز ریٹینا کے بعد ہونے کی وجہ سے چیز الٹی نظر نہیں آتی ہے۔

دار الافتاء

(جاری ہے ---)

پر اگلے دن سے مہینے کی ابتداء ہو جائے گی، چاہے چاند کے احوال کچھ بھی ہوں۔ چنانچہ اگر مذکورہ فیصلہ شرعی ضابطۂ شہادت (29) ملحوظ رکھتے ہوئے کیا گیا تھا، تو درست ہے۔ واللہ سبحانہ أعلم بالصواب

بندہ محمد صہیب کامران / فیضان محمد وزیر عفی عنہما

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۵/رجب المرجب/ ۱۴۴۵ھ

۷/فروری/ ۲۰۲۴ء

دار الافتاء — فتویٰ نمبر ۲۰/۲۵۷۶ — ۱۴۴۵/۸/۲ھ — ۲۰۲۴/۲/۱۹ء

الجواب صحیح — بندہ محمود اشرف غفر اللہ لہ

الجواب صحیح — بندہ عبد الرؤف

مفتی — جامعہ دارالعلوم کراچی

اجاب المجیب فیما أجاب وأجاد فیما أفاد ووفقہ اللہ تعالیٰ لما یحبہ ویرضاہ

بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ ۱۴۴۵/۸/۲ھ

مفتی — جامعہ دارالعلوم کراچی

الجواب صحیح والمجیب نجیح — عبد المنان عفی عنہ ۱۴۴۵/۸/۳ھ

الجواب صحیح — بارک اللہ فی علم المجیبین — سلیم احمد عفی عنہ ۱۴۴۵/۸/۳ھ

نائب مفتی — جامعہ دارالعلوم کراچی

الجواب صحیح — بندہ ابراہیم عیسیٰ ۱۴۴۵/۸/۳ھ

الجواب صحیح وجزی اللہ المجیب احسن الجزاء ووفقہ فی الدین — آمین — عبد الحسیب ۱۴۴۵/۸/۳ھ

الجواب صحیح وأفادنی المجیبان بما أجابا وأصابا فیما أفادا، بارک اللہ تعالیٰ عزوجل فی علمھما وجزاھما اللہ تعالیٰ عنا أحسن الجزاء فی الدارین۔ العبد شاہ محمد تفضل علی ۱۴۴۵/۸/۳ھ

الجواب صحیح — محمد یعقوب عفی عنہ ۱۴۴۵/۸/۳ھ

الجواب صحیح — بندہ محمود الحسن عفی عنہ ۱۴۴۵/۸/۳ھ

الجواب صحیح — محمد حذیفہ عفی عنہ ۱۴۴۵/۸/۳ھ

الجواب صحیح — ۱۴۴۵/۸/۳ھ

---

(29) شرعی ضابطہ شہادت یہ ہے کہ مطلع اگر بالکل صاف ہو، چاند دیکھنے میں کوئی بادل، دھواں یا غبار وغیرہ مانع نہ ہو، تو ایسی صورت میں صرف دو تین آدمیوں کی رویت اور شہادت شرعاً قابل اعتماد نہیں ہوگی، بلکہ مسلمانوں کی بڑی جماعت کا دیکھنے کی شہادت دینا ضروری ہے، اور جو چند افراد دیکھنے کی شہادت دے رہے ہیں، اسے ان کا مغالطہ یا جھوٹ قرار دیا جائے گا۔

لیکن اگر مطلع صاف نہ ہو، بادل، دھواں یا غبار وغیرہ افق پر ایسے ہوں جو چاند دیکھنے میں مانع ہو سکتے ہوں، تو ایسی حالت میں رمضان کے لیے ایک ثقہ کی خبر کافی ہے، جبکہ رمضان کے علاوہ دوسرے کسی مہینے کے ہلال کے لیے شہادت شرط ہے۔ (جواہر الفقہ، ۳۹۹/۱)

البتہ اگر فلکی حساب سے کسی دن رویت ناممکن ہو (یعنی چاند سورج سے پہلے غروب ہو جائے، یا عین ولادتِ قمر کے وقت، یا ولادت کے بعد اتنا وقت گزر جائے جس میں دیکھنا بھی ماہرینِ فن کے نزدیک ناممکن ہو)، تو ایسی صورتِ حال میں رویت کی شہادت کے معتبر ہونے کے لیے وہی شرط ہے جو مطلع صاف ہونے کی صورت میں ہوتی ہے، یعنی جمِ غیر رویت کی شہادت دیں۔ تاہم چونکہ اس بارے میں ماہرینِ فن کی آراء مختلف ہیں کہ وہ کس مرحلے پر جا کر قابل رویت ہوتا ہے، اس لیے حسابی اعتبار سے جس کم سے کم وقت میں چاند کی رویت ممکن ہو، خواہ وہ شاذ صورت ہی کیوں نہ ہو، اس وقت شہادت کو متہم سمجھ کر جمِ غفیر مشروط نہ ہوگا۔ (التبویب: ۲/۱۱۷۶)

نیز رویتِ ہلال کی شہادت کو پرکھنے کے لیے مقررہ اصول وضوابط کو اگر اہتمام سے اختیار کیا جائے، تو غیرِ ہلال مثلاً زہرہ کی رویت پر فیصلہ کرنے کا امکان دور ہو جاتا ہے۔

54026

ہلال
CENTRAL HILAL COMMITTEE OF NORTH AMERICA

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت حضرت شیخ الاسلام صاحب دامت برکاتہم العالیہ، ومحترم مفتیان کرام، جامعہ دار العلوم کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اظہارِ تشکّر والتماسِ ترجمہ در انگریزی زبان

کچھ عرصہ پہلے مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی شمالی امریکا کی طرف سے دوربین کے ذریعہ رویتِ ہلال پر ثبوتِ شہر کے متعلق استفتاء آپ کی خدمت میں بھیجا گیا تھا، جس کا مدلل و منقح جواب حضرت شیخ الاسلام صاحب دامت برکاتہم کی تصدیق کے ساتھ موصول ہوا، فجزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اس فتوی کا اثر الحمدللہ بہت ہی مثبت رہا، اور حضرت شیخ الاسلام صاحب دامت برکاتہم کی رائے آنے پر بیشتر مقامی علماء کرام نے اس تفصیل کو اچھے انداز میں سمجھا اور سراہا، اور کافی حد تک اس مسئلہ میں شبہات دور ہو گئے۔

الحمدللہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی اس وقت امریکا کے تئیس (۲۳) صوبوں کے علماء کرام پر مشتمل ہے، اور ہر ماہ ان صوبوں میں چاند دیکھنے کی منظم کوشش کی جاتی ہے، پھر موصول ہونے والی شہادتوں کے مطابق ایک ہی متحدہ فیصلہ واعلان نشر کیا جاتا ہے۔ حال ہی میں ذوالحجہ کی چاند کے لیے بحمد اللہ تقریباً ڈیڑھ ہزار افراد، چھوٹے بڑے، عالم غیر عالم، مختلف علاقوں کے لوگوں نے اس فرض کفایہ کو ادا کرنے کا پورا اہتمام کیا۔

آنجناب کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ اس فتوی سے علماء کرام کے درمیان اس مسئلہ سے متعلق جو واضح طور پر اتحاد اور یکجہتی کی فضا قائم ہو سکی ہے، اس کی صاف وجہ دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی جیسے معتمد و مستند ادارہ سے مفصل اور منقح فتوی کا صادر ہونا ہے اور بالخصوص حضرت شیخ الاسلام صاحب دامت برکاتہم کی تصدیق و تصویب ہے۔ البتہ یہاں کے نوجوان اور غیر اردو دان مقامی علماء کرام کی ضرورت کے پیشِ نظر ہمیں جواب کے انگریزی ترجمہ کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی ہے، اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ دوربین کے ذریعہ رویت ہلال کے متعلق ارسال کردہ فتوی (نمبر ۲۰/۲۵۶۹) کا انگریزی ترجمہ بھی حضرت دامت برکاتہم کے دار الافتاء سے حضرت والا کی تصدیق کے ساتھ مل سکے تو بہت نوازش ہو گی، کہ یہ ترجمہ بھی مستند اور معتبر مانا جائے گا، نیز رفعِ شبہات میں مزید معاون رہے گا، اور نوجوان اور غیر اردو دان مقامی علماء کرام بھی اس سے باسہولت استفادہ کر سکیں گے۔

والسلام۔

منجانب: اراکین مرکزی رویت ہلال کمیٹی شمالی امریکہ
+1 (347) 829-4720 | +1 (718) 426-3454
162 Lodi St, Hackensack, NJ, USA, 07601
info@hilalcommittee.org

ہلال
CENTRAL HILAL COMMITTEE OF NORTH AMERICA

دار الافتاء
فتوی نمبر ۲۰/۲۵۶۹

0114/2

بسم الله الرحمن الرحيم

Translation of Fatwa (20/2569)

(1)… Although using optical aids is not necessary, it is not prohibited either. From a *shar'i* perspective, it considerably seems that a sighting done by optical aid is valid, given that the optical aid simply enhances the vision by capturing the light of the crescent present on the horizon using lenses or similar mechanisms, thereby magnifying the size of the object, and making it easier to see. This is because this sighting, although via a secondary medium, is done by the human eye and is a view of the actual moon. Moreover, in common knowledge, this type of sighting is accepted to be a view of the actual moon using the human eyes. In optical aids, the very rays of light coming from the moon are seen with the help of the eyepiece. Additionally, the optically aided sighting is only possible when the crescent is above the horizon and a portion of its side that is facing the earth is lit. Simply put, the optical aid enhances an object that is already on the horizon. Thus, a sighting done using such an optical aid shall be considered valid.

However, if an optical aid, in addition to the above mechanism, makes the celestial object visible through extraordinary means, (ex: it produces a celestial object from below the horizon, or it creates a picture or shape of the object based on astronomical data and not its actual presence) then such a sighting of the moon shall not be considered valid, as it is contrary to the *Shar'i* principle for valid sightings, that is, to actually sight the moon itself. A sighting using extraordinary means is essentially to rely on the mere existence of the moon, which results in abandoning the simple criteria set by the *Shariah* of sighting the moon. Furthermore,

دار الافتاء

0114/3

continued…

when using such a powerful optical aid, it is most probable that the celestial object was not possible to sight, and so it is not plausible to consider this an actual sighting of the moon itself.

(2)… There is no doubt that sighting via optical aids is an actual sighting, as there is no requirement for the validity of a sighting that it be without intermediaries or that it be direct. The reflection and/or refraction occurring within the optical aids do not disqualify the sighting. However, confusion is possible regarding what exactly is being sighted. In other words, is the requirement of the *Hadith*, "Fast when you sight it [the moon]," (i.e. actually sighting the moon itself), fulfilled in an optical aid observation? This is necessary to answer in order to clarify whether the next month shall begin by an observation using optical aids.[1]

Explicit mention about beginning the month on the basis of a sighting through reflection and refraction could not be found in the works of the *Hanafi fuqaha* despite extensive search. However, in some other issues,

---

[1] To help understand this, a brief overview of the types of optical aids and their structures is given below. Fundamentally, two types of optical aids are used for seeing distant objects, especially celestial bodies: (1) optical/visual telescopes (2) binoculars. Both work by gathering the light coming from a celestial object, thereby enlarging it and strengthening the vision of the unaided eye. Optical telescopes are two basic types: (1) refracting telescope (2) reflecting telescope. Refracting telescopes are composed primarily of lenses, while reflecting telescopes are composed of mirrors. The rays of light coming in a refracting telescope bend slightly, but nonetheless, pass through to the other side. In a reflecting telescope, on the other hand, the rays of light bounce off the mirrors and do not pass through.

Binoculars are essentially two refracting telescopes together. And since one main purpose of binoculars is terrestrial observation, seeing everything right-side up is necessary. As such, binoculars consist of an additional piece between the objective lens and eyepiece, known as prisms.

دار الإفتاء

continued…

0114/4

Hanafi fuqaha have considered sightings done from behind glass or other such transparent mediums to be sightings of the objects themselves, while acknowledging the possibility of distortion. They referred to this as *nufuz al-basar*, or the passing of the vision through the medium, which, in physics is termed as refraction. Thus, a medium of refraction (and any resulting distortion) seems to have no effect on considering it to be a sighting of the actual moon.

The *Shafi fuqaha* have discussed this topic. This can be found in the acclaimed work of *Allamah ibn Hajr Haitami Makki Shaf'i rahimahullah*, namely *Tuhfat al Muhtaj Sharh al Minhaj*, wherein he mentions a valid sighting to be contingent on the absence of an intermediary, suggesting mirrors as an example of an intermediary. However, Allamah Shirwani *rahimahullah* has withheld a decisive opinion (*tawaqquf*) regarding this, expressing that even through the medium of an optical aid, it is nonetheless a sighting.

In physics, looking via the medium of a mirror or its likes is termed as reflection. This terminology can also be found in the works of the *fuqaha*. Some *fuqaha* have considered looking in a mirror or on water to be a viewing not of the object itself, but of its impression, illusion, or reflection, and thus they did not issue the same ruling for it as of seeing the object itself. Other *fuqaha* have explicitly negated this opinion and declared such a sighting to be of the actual object itself. The texts of *Allamah Ibn al Arabi Maliki*, *Allamah Ala al Deen Samarqandi Hanafi*, and *Allamah Ala al Deen Kasani Hanafi* are clear examples.

Moreover, we can see an object because light rays bounce off it and enter our eyes. The same phenomenon occurs in an optical aid, as the

دار الافتاء

continued…

0114/5

same light rays that bounce off the object enter the objective lens of the optical aid, and then travel to the observer's eyes. In both cases, with or without a medium, the same rays of light result in vision, thus, logically, the ruling of both will be the same.

Additionally, a review of the structure of the two types of binoculars shows that reflection does not occur in any stage of a refracting telescope, and that magnification occurs through refraction. Acknowledging the possibility of distortion, the *fuqaha* have nonetheless considered it a valid sighting of the object itself, as mentioned previously. In a reflecting telescope, however, the magnification is a result of reflection, and as clarified, looking through the medium of reflection is also a valid sighting of the object itself.

If, however, an additional diagonal is attached to the eyepiece of a refracting telescope to correct the orientation of the image, this piece of the refracting telescope will have reflection, since a diagonal is composed either of mirrors or prisms. When a mirror is used in the diagonal, the occurrence of reflection is obvious, but when a prism is used, a unique type of reflection occurs, known as total internal reflection. Thus, the explanation regarding reflecting telescopes can apply to binoculars and this specific situation of refracting telescopes.

In conclusion, it considerably seems that it is correct to declare the beginning of the next month based on a sighting of the moon using a refracting telescope, reflecting telescope, or binoculars, as long as it also fulfills the criteria of *Shar'i Shahadah.*

(3)… Considering the sighting of the moon in a mirror or in water as invalid based on qiyas on the mentioned *masa'il* appears to be fallacious.

دار الافتاء

0114/6

continued…

The reason why the *fuqaha* did not base the ruling based on a viewing in a mirror or in water in those few *masa'il* is not due to the presence of an intermediary. Rather, in *khiyar al ru'yah* it is because the objective, i.e. adequate knowledge of the purchased item, is missing. In the *mas'alas* of *hurmat al musaharah* and physical *ruju'* it is due to extra caution. In the *mas'alas* of *yameen* and *talaq*, it is based on *'urf (custom)*.

The purpose of *khiyar al ru'yah* is attaining knowledge of the item intended, i.e. attaining adequate identification of the item and sufficient knowledge of all its important details. Once this purpose is fulfilled, whether it be by viewing or some other way, the option to return shall be revoked. If not, it remains as long as this purpose is not achieved. This shows that the ruling of the revocation of *khiyar al ru'yah* revolves around the fulfillment of this purpose. Based on this, the presence of a transparent or reflective intermediary does not always affect the *khiyar al ru'yah*. It only does so when the intermediary disturbs the purpose of the *khiyar*, meaning it distorts the shape of the item such that adequate identification is not attained.

For this reason, if adequate identification of an item is attained without seeing it, (ex: by describing the item to a blind person, or by touching, smelling or feeling an item in the dark that is only identified by such senses), the *khiyar al ru'yah* will terminate. Furthermore, if adequate identification is attained by a prior viewing and no changes occurred later, then the sale can no longer be terminated on the grounds of *khiyar al ru'yah*.

However, the purport of the texts that appear to show the continuation of *khiyar al ru'yah* when the item is seen through a reflective

continued…

دار الإفتاء
0114/7

intermediary, is that this ruling is regarding only those situations where the medium causes such perverse distortion that it disturbs adequate identification, for instance, the shape of the mirror contorts the shape of the item.

This is to the extent that if a transparent partition prevents adequate identification, (ex: tinted glass that changes the color of the item being sold where color makes a difference; or the viscosity of the item is important, for example in oil) *khiyar al ru'yah* will remain, despite viewing the item from behind the transparent partition. This is despite the fact that this is actual sighting of the item itself, and as compared to viewing from a reflective intermediary, a transparent one is relatively more direct (and is thus referred to by the *fuqaha* as *nufuz al basar*).

On the contrary, viewing the moon with all its characteristics and details is not the purpose of moonsighting. Rather, sighting the moon itself is sufficient, and this is achieved despite the reflection and refraction occurring in optical aids. Moreover, even if the details of the moon look different, since actual sighting of the moon itself is being achieved, the next month shall begin as long as the criteria of *Shar'i Shahadah* is met. Furthermore, a previous sighting of the moon is not sufficient, and neither is simply describing it, while these are sufficient in *khiyar al ru'yah* if the purpose is fulfilled. In conclusion, making *qiyas* on *khiyar al ru'yah* is erroneous.

As far as *hurmat al musaharah*, physical *ruju'* and the *mas'alas* of *yameen* and *talaq* are concerned, texts proving the inapplicability of the ruling on the basis of seeing via reflection can be found. But even here, the reason

دار الافتاء

continued...

0114/8

is not that looking through the medium of reflection is not of the object itself, but in each of these *masa'il*, the reasoning is different.

In the case of *hurmat al musaharah*, the entire ruling of establishing *hurmat al musaharah* due to lustful physical contact with an unrelated woman is based on caution and *maslahah*. Otherwise, women are inherently permissible to marry. In addition, the ruling of *hurmat* by looking is based on further caution, and is thus confined to very specific conditions, some of which are explicitly mentioned in the texts of the *fuqaha*, (ex: looking at the inner private part of the woman with lust). If the ruling of *hurmat* were to be applied when looking at a reflection, this would necessitate caution upon caution, which is unwarranted. Furthermore, to establish *hurmat* in such a situation requires an independent *daleel*, which does not exist. And if this fact is taken into consideration that *hurmat al musaharah* is itself based on caution, then establishing *hurmat* by viewing from a reflection would be caution upon caution upon caution, which cannot apparently be taken into consideration. The conclusion is that simply looking at the inner private of a woman is not enough, even though the other conditions may be met. Rather, it is also necessary that it is viewed directly without any intermediaries, and at the very least, it should be akin to a direct viewing.

Moreover, even though viewings via transparent and reflective mediums are viewings of the actual object itself, with respect to the role and structure of each, however, there is an obvious difference between the two. Viewing through a transparent partition is akin to a direct viewing, because the vision passes through and is facing the object seen. In addition, the transparent partition has no role in making the object

continued…

دار الإفتاء
0114/9

visible in that the object could be seen whether the transparent partition is present or not. The most that can be said is that the transparent partition did not become an obstruction from visibility. On the contrary, a viewing done through a reflective medium cannot truly be called direct, as this medium itself has a fundamental role in making the object visible, and, the object was seen in the medium. Furthermore, the person looking is not truly facing the object, though it has been acceded to be akin to facing it.

Thus, the reasoning for the texts that demonstrate *hurmat al musaharah* based on viewing from behind a transparent partition, is that such a viewing is akin to a direct viewing and holds the same ruling.

Furthermore, because the occurrence of physical *ruju'* by sight is contingent on the very same conditions required for establishing *hurmat al musaharah, ruju'* will also not occur when seen through a medium, just like *hurmat al musaharah.*

But in the cases of *yameen* and *talaq* that are conditional to seeing the moon, the oath shall not break nor shall *talaq* occur if the moon is sighted in a mirror. However, this sighting is not invalidated simply because of the presence of a medium, nor on the grounds of not having observed the actual moon. Rather, in these *masa'il,* the ruling revolves around the *'urf,* and it is for this reason that the ruling is not established, as the common understanding is that such an oath refers to seeing the moon directly and not via a medium.

Therefore, although the moon seen in a mirror was an actual sighting of the moon itself, since it is commonly said that the person did not see the moon but rather its reflection or impression, the ruling of *yameen* and

0114/10
دار الإفتاء

continued…

talaq are not applied. A logical conclusion based on this is that if in some ‘urf, a sighting in a medium is also intended, then the rulings of *hinth* and occurrence of *talaq* should also follow.

On the contrary, if the moon is sighted through an optical aid, it is not usually understood to be a sighting of its reflection or impression or illusion. Rather, common understanding coincides with the reality, and even conventionally, it is an actual sighting of the moon itself.

In conclusion, there is no difference in the commencement of the new month whether the moon is seen directly or through a medium, as the ruling revolves around sighting the moon itself. This condition is found in both types of optical aids. This is the case even if the sighting is assumed to be a reflection in a reflective telescope, because the very rays of light coming from the moon reach our eyes, and thus it can accurately be considered a sighting of the moon itself. It follows that sighting the moon through optical aids is sufficient for establishing the next month. Conversely, in the other *masa'il* mentioned, since the basis of the rulings is different, it appears fallacious to make *qiyas* of moonsighting on these *masa'il*.

(4)… The author's mentioned point is incorrect. This is because as far as we know, about four and a half years before the fatwa of Hazrat Mawlana Ashraf Ali Thanwi *rahimahullah*, the former Grand Mufti of Egypt and great Hanafi scholar, Hazrat Shaikh Muhammad Bikheet Mutee'i *rahimahullah* wrote a booklet titled, "*Irshad Ahl al Milla ila Ithbat al Ahillah,*" in which he determined that moonsighting with optical aids is valid on the grounds that it is a sighting of the moon itself. Shaikh Bikheet *rahimahullah* also established that optical aids merely enhance the

دار الإفتاء

continued…

0114/11

vision by helping a person see distant or small objects that were not easily visible without this aid. He further considered eyeglasses as a precedent, thereby establishing that looking through optical aids is no different from looking with the naked eye. Despite this, however, it appears that Shaikh Bikheet *rahimahullah* opined that a sighting of the moon done by reflection on a mirror would be invalid.

Moreover, other Ulama Kiram of the recent past have also considered sighting with optical aids valid, and they did so without relying on the fatwa of Hazrat Hakeem al Ummah Ashraf Ali Thanwi *rahimahullah*. (See the unanimous resolutions of the *Majlis Hai'ah Kibar al Ulama* and *Majma Fiqh al Islami al Duwali Jeddah*, as well as the *fatawa* of Shaikh Bin Baz and Shaikh Ibn Uthaymeen *rahimahumullah*)

(5)… Firstly, it should be clear that the validity of a sighting made with optical aids is not a product of qiyas on eyeglasses. Rather, it is because the purport of the blessed Hadith in this regard is met, that is, actual sighting of the moon itself. However, it appears that since the ruling of such a sighting can possibly be unclear due to the presence of an intermediary, Hazrat Thanwi *rahimahullah* mentioned eyeglasses as a precedent, because eyeglasses are, overall, also an interference and medium, yet the validity of a sighting while wearing eyeglasses is an accepted fact. Furthermore, there exist some similarities between both eyeglasses and optical aids, as both are composed of lenses, (though lenses are a structural part of refractive telescopes and ancillary in reflective telescopes). Moreover, the type of lens used in hyperopia glasses are the same as those used in refractive telescopes: convex lens, and from this angle, the resulting medium is the same.

continued…

0144/12

This further exposes that differentiating between eyeglasses and optical aids based on their purposes is not correct (based on the argument that eyeglasses are to correct vision and make it normal, while optical aids are to enhance vision beyond normal). Instead, since it is established that the next month shall begin simply when the moon is sighted, then the presence of an intermediary and the enhancement of vision beyond normal do not affect the validity of the sighting.

Moreover, although there is a difference between the two considering their purposes, the fact that the lens used in both is the same does not change, and nor is there such a differentiating factor between the two to make one valid and the other invalid. Therefore, considering this to be erroneous qiyas would not be correct.

(6)… It has become clear from the answers above that to deem certain points of Hazrat Hakeem al Ummah *rahimahullah's* fatwa to be a *fiqhi* misjudgment is a misconception. Furthermore, most of those after Hazrat *rahimahullah* who issued *fatawa* declaring the validity of moonsighting with optical aids did so independently, without citing Hazrat *rahimahullah*. This being the case, it is extremely inappropriate to deem Hazrat *rahimahullah's* fatwa a *fiqhi tasamuh* and thereby discredit the Ulama Kiram after him to have merely relied on Hazrat *rahimahullah's* work. Moreover, the text of *Sharh Uqood Rasm al Mufti* regarding errors in transcription and the emulation of these errors by later scholars is presented as an example, while, most of the Ulama Kiram have issued independent *fatawa* regarding the *mas'ala* at hand.

(7)… Much contention exists among the expert astronomers regarding the minimum criteria for moon visibility. However, these criteria are

دار الافتاء

continued…

0114/13

based on coherent observational data, and is not a *Shar'i* matter. According to the Shariah, when the moon is sighted for the first time, the following day shall be the first of the next month, regardless of the astronomical details of the moon. As such, if the decision mentioned was made while abiding by the criteria of *Shar'i Shahadah*, it is valid.

And Allah knows best.

M. Sohaib Kamran, Faizan Vazir
Darul Ifta, Darul Uloom Karachi
03 /Zul Hijjah/1445
10 /June/2024

Translation is correct.

Bilal Ahmad Qazi
Darul Ifta, Darul Uloom Karachi
03/Zul Hijjah/1445
10 /June/2024

Note: The original text of the Fatwa (20/2569) is in Urdu. The above text is its translation.

Agreed
Darul Ifta
Darul Uloom
Karachi
10/06/2024